انضمام شدہ قبائلی اضلاع کا مجوزہ ترقیاتی منشور

دسمبر 2021

FRIEDRICH EBERT STIFTUNG
فریڈرک ایبرٹ اسٹفٹنگ

انضمام شدہ قبائلی اضلاع
کا مجوزہ ترقیاتی منشور

دسمبر 2021

اشاعت:
کاپی رائٹ 2021، فریڈرک ایبرٹ اسٹفٹنگ پاکستان آفس
فرسٹ فلور، 66-W، جنید پلازہ، جناح ایونیو، بلیو ایریا، پی او بکس
1289، اسلام آباد، پاکستان

ذمہ داران:
ڈاکٹر یوخن ہیپلر | کنٹری ڈائریکٹر
عبداللہ دایو | پروگرام کوآرڈینیٹر

تصویر:
کاپی رائٹ: یوخن ہیپلر

فون: 4 – 3391 280 51 92+
فیکس: 2803395 51 92+
ویب سائٹ: http://www.pakistan.fes.de
فیس بک: Friedrich-Ebert-Stiftung, Pakistan
ٹویٹر: @FES_ PAK

ایف ای ایس کے زیر اہتمام شائع کردہ تمام مواد کا کمرشل بنیادوں پر
استعمال ایف ای ایس کی تحریری رضامندی کے بغیر ممنوع ہے۔

ISBN: 978-969-9675-41-6

فہرست

پیش لفظ i

ضلع خیبر 1

ضلع باجوڑ 5

ضلع جنوبی وزیرستان 9

ضلع شمالی وزیرستان 14

ضلع مہمند 18

ضلع کُرَم 23

ضلع اورکزئی 28

پیش لفظ

پاکستان میں وفاق کے زیرِ انتظام قبائلی علاقہ جات میں سات ایجنسیاں شامل تھیں جن میں خیبر، مہمند، باجوڑ، کرم، اور کزئی، شمالی وزیرستان اور جنوبی وزیرستان ایجنسی شامل تھیں. خیبر پختونخوا میں انضمام کے بعد یہ سوچا جارہا تھا کہ پچھتر سال سے بنیادی آئینی حقوق سے محروم ان علاقوں کے مسائل حل ہوں گے. حکومت پاکستان نے وفاق کے زیر انتظام قبائلی علاقوں میں اصلاحات کا جو منصوبہ 2 مارچ 2017 کو منظور کیا تھا اس میں ان قبائلی علاقوں کو پانچ طریقوں سے قومی دھارے میں لانے کی تجویز پیش کی گئی تھی اور اس پر مکمل عمل درآمد کے لیے پانچ برس کا عرصہ رکھا گیا تھا۔ سابق وزیر اعظم شاہد خاقان عباسی کی صدارت میں جب قومی سلامتی کمیٹی نے فاٹا اصلاحات کی منظوری دی تو اس وقت حکومت کے دو اتحادیوں مولانا فضل الرحمٰن اور محمود خان اچکزئی نے ان اصلاحات کی مخالفت کرتے ہوئے اصرار کیا کہ قبائلی علاقوں کو خیبر پختونخوا کے ساتھ ضم کرنے کے بجائے الگ صوبہ بنایا جائے۔ تاہم اصلاحاتی کمیٹی کا کہنا تھا کہ فاٹا ایک صوبے کے طور پر انتظامی اور معاشی طور پر مستحکم اور خود مختار نہیں ہو سکے گا اس لیے اسے صوبے میں ضم کرنا زیادہ بہتر فیصلہ ہے .

سیاسی اصلاحات کے تحت قبائلی علاقوں میں سیاسی عمل کو دوام بخشنے کے لیے وہاں 2018 کے عام انتخابات کے فوراً بعد جماعتی بنیادوں پر بلدیاتی انتخابات کروانے کے ساتھ ساتھ خیبر پختونخوا کی صوبائی اسمبلی میں 20 ارکان کی نمائندگی دینی تھی. قانونی اصلاحات کے تحت فاٹا میں موجودہ قانونی ڈھانچے فرنٹیئر کرائمز ریگولیشن کو ختم کر کے پشاور ہائیکورٹ اور پاکستان کی سپریم کورٹ کا دائرہ ان قبائلی علاقوں تک وسیع کیا جانا تھا۔ فاٹا کی سات ایجنسیوں میں ہر ایجنسی کا انتظامی سربراہ پولیٹیکل ایجنٹ ہوتا تھا۔ انتظامی اصلاحات طور پر قانونی اور سیاسی اصلاحات کے بعد ان علاقوں کے انتظامی امور کے نگرانی اس ایک دفتر کے لیے ممکن نہیں۔ ملک کے دیگر علاقوں کے طرح فاٹا میں بھی سول سروس کا ڈھانچہ ترتیب دیا جانا تھا. سیکیورٹی اصلاحات کے تحت قبائلی علاقوں میں امن عامہ اور سرحدوں کی حفاظت کی ذمہ داری آہستہ آہستہ لیویز کو منتقل کرنے اور اس مقصد کے لیے لیویز میں مزید 20 ہزار افراد بھرتی کیے جانے تھے اور انھیں تربیت دینے کے علاوہ سازوسامان سے لیس کیا جانا تھا۔ پولیس کو بھی جدید تربیت، اسلحہ اور عمارات فراہم کرنے کا کہا گیا تھا۔ معاشی اصلاحات کے تحت قبائلی علاقوں میں تعمیرات اور بحالی کے کام کے لیے 10 سال کے لیے 100 ارب روپے مختص کرنے کا اعلان کیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ نیشنل فنانس کمیشن کے تحت فاٹا کے لیے ہر سال تین فیصد فنڈز ڈی ویزیبل پول سے جاری کیے جائیں گے اور کوئی بھی حکومت اس رقم کو کم یا ختم نہیں کر پائے گی۔ یہ رقم فاٹا میں تعمیر نو کے علاوہ وہاں معاشی سرگرمیوں کے لیے بھی استعمال کی جانی تھی۔ ان میں قبائلی علاقوں میں مارکیٹس اور دیگر معاشی انفراسٹرکچر کی تعمیر بھی شامل تھی۔ اس کے علاوہ ان علاقوں میں عام اشیا کی قیمتیں کم کرنے کے لیے وہاں نافذ راہداری یا پرمٹ کا نظام ختم کیا جانا تھا۔

لوگ پر امید تھے کہ اصلاحاتی کمیٹی کے ان فیصلوں کے بعد فاٹا کے شہریوں کی مشکلات آسان ہو جائیں گی. لوگ مسائل کے ساتھ رہنے کے عادی بن چکے تھے لیکن نئی نسل فاٹا کو اس طرح آگے بڑھتا نہیں دیکھنا چاہتی تھی. انہوں نے زبردست مہم چلائی اور اپنے مطالبات کو منوا کر ہی دم لیا. فاٹا کے خیبر پختونخواہ میں ضم ہونے کے بعد ان علاقوں میں نئے مسائل نے سر اٹھالیا اور یوں صورتحال

آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا والی ہو گئی. یہ مسائل کیا ہیں اور ان کا ممکنہ حل کیا ہو سکتا ہے ؟. اس مقصد کے لیے فریڈرک ایبرٹ اسٹفٹنگ (ایف ای ایس) نے ضم شدہ قبائلی علاقہ جات کے متحرک صحافیوں، سیاسی و سماجی کارکنان کے ساتھ دو روزہ ورکشاپ کا انعقاد کیا اور ان دو دنوں کی مسلسل مشاورت کے بعد اس گروپ نے سابقہ فاٹا کے مسائل اور ان کے حل کے بارے میں ایک جامع رپورٹ تیار کی جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے. ہم آئی بی سی اردو کے ایڈیٹر سبوخ سید کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی ٹیم جس میں معروف صحافی غلام دستگیر، لحاظ علی اور سائرہ راشد شامل تھے، ان کے ساتھ مل کر اس دو روزہ ورکشاپ کے انعقاد کے ساتھ ساتھ اس رپورٹ کی تیاری میں بھرپور کردار ادا کیا. یہ رپورٹ ایک بہترین اور جامع دستاویز ہے جس میں سابقہ فاٹا کے تقریبا تمام مسائل کا احاطہ کیا گیا ہے اور ممکنہ حل بھی تجویز کیے گئے ہیں. امید ہے کہ یہ دستاویز ان علاقوں کی تعمیر و ترقی کے لیے مصروف عمل منصوبہ سازوں، کارکنوں، اراکین پارلیمینٹ، محکموں اور ان علاقوں کے سیاسی، سماجی اور ثقافتی مسائل پر تحقیق کرنے والے افراد کے لیے معاون ثابت ہو گی۔

ڈاکٹر یوخن ہیپلر
کنٹری ڈائریکٹر
فریڈرک ایبرٹ اسٹفٹنگ، اسلام آباد

عبد اللہ دایو
پروگرام کوآرڈینیٹر
فریڈرک ایبرٹ اسٹفٹنگ، اسلام آباد

دسمبر 2021

ضلع خیبر

عبدالقیوم آفریدی، ممانڑہ آفریدی

قبائلی ضلع خیبر صوبہ خیبر پختونخوا کے دارالحکومت پشاور سے متصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مئی 2018 میں سابقہ فاٹا کی سات ایجنسیوں اور چھ فرنٹیئر ریجنز کے صوبہ خیبر پختونخوا میں انضمام کے بعد خیبر کو پشاور ڈویژن میں شامل کیا گیا۔ سنہ 1873 میں ایجنسی کا درجہ حاصل کرنے والے اس علاقہ کو صوبہ خیبر پختونخوا میں انضمام سے پہلے 'خیبر ایجنسی' کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔

2,576 مربع کلومیٹر پر پھیلا یہ قبائلی ضلع افغانستان کی سرحد پر واقع وادی تیراہ سے پشاور تک پھیلا ہوا ہے جس کے مغرب میں افغانستان کا صوبہ ننگرہار، جنوب میں ضلع اورکزئی اور ضلع کُرم، مشرق میں پشاور اور شمال میں ضلع مہمند ہے۔

سنہ 2017 کی مردم شماری کے مطابق اس ضلع کی آبادی 986,973 نفوس پر مشتمل ہے اور اس میں چار بڑے قبائل یعنی آفریدی، شینواری، ملاگوری اور شلمانی صدیوں سے آباد ہیں۔ چار تحصیلوں یعنی لنڈی کوتل، جمرود، باڑہ اور ملاگوری پر مشتمل اس ضلع میں قومی اسمبلی کی دو نشستیں ہیں جبکہ صوبائی اسمبلی میں اس کی تین نشستیں ہیں۔

ضلع خیبر کی تحصیل جمرود میں واقع 'خیبر پاس' سے شروع ہونے والی پاک افغان شاہراہ بھی تاریخی اہمیت کی حامل ہے جو صدیوں سے پاکستان اور افغانستان کے درمیان آمدورفت کا ایک بڑا ذریعہ ہے۔

اگرچہ سابقہ فاٹا یعنی وفاق کے زیر انتظام قبائلی علاقوں کو صوبہ خیبر پختونخوا میں ضم کرنے کا بنیادی مقصد ان پسماندہ علاقوں کو ملک کے دیگر حصوں کے برابر لانا تھا لیکن انضمام کے تین سال کے بعد بھی انہیں کئی ایک مسائل کا سامنا ہے۔

صحت

لگ بھگ دس لاکھ کی آبادی کے لئے ضلع خیبر میں صرف تین ہسپتال ہیں۔ ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹرز ہسپتال لنڈی کوتل میں ہے جبکہ باڑہ اور جمرود میں ایک ایک ٹائپ ڈی ہسپتال ہیں۔ دور دراز اور دشوار گزار علاقوں مثلاً بازار ذخہ خیل، وادی تیراہ، شاہ کس بالا، چپری ولو میلہ اور شلمان میں یا تو بنیادی مرکز صحت ہیں ہی نہیں اگر کچھ علاقوں میں ہیں بھی تو وہاں پہ صحت کی سہولیات میسر ہیں اور نہ ہی سٹاف ہے۔ جس کے باعث یہاں کے لوگوں کو چھوٹی موٹی بیماریوں کے علاج کے لئے بھی لنڈی کوتل، جمرود یا باڑہ کا رخ کرنا پڑتا ہے۔

ضلع کے تینوں ہسپتالوں میں شام کے بعد لیبر روم کی سہولت میسر نہیں ہوتی نیز ہمہ وقت مِڈوائف اور زچگی کی ماہر ڈاکٹر یعنی گائناکالوجسٹ کی عدم دستیابی کی وجہ سے بسا اوقات حاملہ خواتین کو پشاور کے ہسپتالوں میں لانا پڑتا ہے اور اس دوران راستے میں ہی ان کی اموات کے واقعات بھی ہوئے ہیں۔ بجلی کی سہولت کی میسر نہ ہونا اور متبادل نظام کا نہ ہونا بھی ایک بڑا مسئلہ ہے۔

تعلیم

ملک کے دیگر قبائلی علاقوں کی طرح ضلع خیبر (سابقہ خیبر ایجنسی) بھی سنہ 2007 شروع ہونے والی دہشت گردی کی وجہ بُری طرح متاثر رہوا۔ پچاس سے زائد تعلیمی اداروں کو مختلف اوقات میں بموں سے اڑایا گیا۔ ان میں سے بیشتر ابھی تک تعمیرِ نہیں ہوئے۔

ضلع بھر میں میں لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے تین الگ الگ ڈگری کالج ہیں جبکہ لڑکوں کے لئے ایک ٹیکنیکل کالج بھی ہے تاہم یہ آبادی کی ضروریات پوری نہیں کرتا۔

دس لاکھ کے قریب آبادی کے اس ضلع میں ایک یونیورسٹی نہیں ہے۔ اس کے برعکس اتنی ہی آبادی والے دیگر اضلاع مثلاً چارسدہ، مردان، دِیر اور بونیر ایک سے زیادہ یونیورسٹیاں قائم ہیں۔

نیز پرائمری، مڈل اور ہائی سکولوں کی بھی کمی ہے۔ خصوصی طور پر لڑکیوں کے لئے تعلیمی اداروں کی اشد ضرورت ہے کیونکہ علاقے کے رسم ورواج کی وجہ سے پرائمری تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد لڑکیاں مڈل اور ہائی سکولوں کے دور ہونے کی وجہ سے اپنی تعلیم کو جاری نہیں رکھ پاتیں۔

باڑہ اور لنڈی کوتل میں اب بھی بہت سے بچے ٹینٹ سکولوں میں گرمی اور سردی کی شدت کو برداشت کرتے ہوئے اپنی تعلیم کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔

خیبر پختونخوا کے ایلیمنٹری اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن کی 19-2018 کی سالانہ رپورٹ کے مطابق ضلع خیبر میں 572 سرکاری پرائمری سکول ہیں جن میں لڑکوں کے 297 جبکہ لڑکیوں کے 270 سکول ہیں۔ اسی طرح ضلع میں کل 54 سرکاری مڈل سکول ہیں جن میں 30 لڑکوں کے اور 24 لڑکیوں کے سکول ہیں۔ ضلع بھر میں سرکاری ہائی سکولوں کی تعداد 38 ہے جن میں سے صرف 7 سکول لڑکیوں کے ہیں۔ ضلع بھر میں لڑکوں کے صرف تین سرکاری ہائیر سیکنڈری سکول ہیں جبکہ لڑکیوں کے لئے صرف 2 سکول ہیں۔ ان سکولوں میں بھی سٹاف کی کمی ہے اور بنیادی سہولیات کا فقدان ہے۔ بہت سے سکولوں میں لیبارٹریاں نہیں ہے اور جن سکولوں میں ہیں وہاں لوڈشیڈنگ کا مسئلہ ہے۔

کمزور معاشی ڈھانچہ

ضلع خیبر میں سرکاری سطح پر کوئی صنعت نہیں ہے۔ نیز وادی تیراہ کے علاوہ تمام علاقہ بنجر زمینوں اور خشک پہاڑوں پر مشتمل ہے جس کی وجہ سے یہاں پر کسی قسم کی زرعی معیشت کا تصور بھی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے زیادہ تر لوگوں کا ذریعہ معاش مزدوری اور ٹرانسپورٹ ہے۔ فرنٹیئر کور میں بھی بیشتر لوگ نوکری کرتے ہیں۔

طورخم سرحد پر سمگلنگ کے ذریعہ افغانستان سے آنے والے مال کی خرید و فروخت اور اس کی پاکستان کے دیگر شہروں میں ترسیل ضلع خیبر کے لوگوں کا اہم کاروبار تصور کیا جاتا تھا۔ مگر 2016 متعارف کئے جانے والے انٹیگریٹڈ بارڈر مینجمنٹ سسٹم کی وجہ سے غیر

قانونی طور پر کئے جانے والے کاروبار پر کافی حد تک قابو پالیا گیا ہے۔ لیکن اس صورتحال سے بیروزگار ہونے والے لوگوں کے لئے متبادل روزگار کا کوئی بندوبست نہیں کیا گیا۔

پانی کا مسئلہ

خیبر میں پینے کب صاف پانی کا مسئلہ بہت گھمبیر شکل اختیار کر چکا ہے۔ بعض جگہوں میں لوگ آلودہ پانی پینے پر مجبور ہیں جس کی وجہ سے لوگوں کو کئی ایک بیماریوں کا سامنا ہے۔ دو علاقوں شیخانوں کلے میں پانی میں معدنیات زیادہ ہونے کی وجہ سے لوگ کئی امراض کا شکار ہیں۔ پہاڑی علاقہ ہونے کی وجہ سے لنڈی کوتل میں گرمیوں میں زیر زمین پانی بہت نیچے چلا جاتا اور کنوئیں خشک ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے خواتین کو دور دراز علاقوں سے پانی بھر کر لانا پڑتا ہے۔

انفراسٹرکچر

انضمام کے بعد بہت سے محکموں کی ضلع میں توسیع ہوئی ہے لیکن ابھی تک ان محکموں کے اپنے دفاتر موجود نہیں ہیں۔ ڈپٹی کمشنر جو ضلع کا انتظامی افسر ہوتا ہے کا دفتر آج بھی پشاور میں واقع ہے جس کی وجہ سے دور دراز علاقوں کے لوگوں کو اپنے مسائل کے حل کے لئے ڈپٹی کمشنر کے دفتر تک پہنچنے میں بہت مشکلات کا سامنا ہے۔ ضلع بھر میں رابطہ سڑکوں کی بہت کمی ہے۔ کچہری، پولیس سٹیشن، زراعت سمیت بیشتر محکموں کے اپنے دفاتر نہیں ہیں۔

اراضی کے تنازعات

انضمام کے بعد اراضی کے تنازعات میں اضافہ ہوا ہے۔ گزشتہ ایک سال کے دوران ان تنازعات میں پچاس سے زائد لوگ جاں بحق ہوئے ہیں۔ لنڈی کوتل کے کچھ حصوں کے علاوہ پورے ضلع میں لینڈ ریکارڈ کا کوئی تصور نہیں ہے۔ تنازعات کے حل کے لئے مقامی سطح پر عمائدین کا تحصیل کی سطح پر کوئی جرگہ تشکیل دیا جائے تاکہ ان مسائل کو حل کیا جاسکے۔ اس کے علاوہ حکومت اور مقامی افراد کے مابین بھی زمین کی خریداری کے حوالہ سے مسائل موجود ہیں۔ آبائی زمینوں کی وراثتی تقسیم میں خواتین کو حصہ دینے کا یہاں کوئی تصور نہیں ہے۔

مسائل کا حل

1. ہسپتالوں میں مطلوبہ سٹاف کی کمی کو پورا کر کے عملے کی حاضری کو یقینی بنایا جائے۔ طبّی آلات کی فراہمی اور بجلی کے متبادل نظام کو یقینی بنایا جائے۔ ہسپتالوں میں چوبیس گھنٹے لیبر روم اور ایمرجنسی سہولیات کو فعال کیا جائے اور دور دراز علاقوں میں بنیادی صحت کے مراکز قائم کئے جائیں۔

2. خواتین کے لیے ہائی اسکول اور ٹیکنیکل کالج تعمیر کیا جائے۔ تعلیمی اداروں میں بنیادی سہولیات اور عملہ پورا کیا جائے۔

3. مقامی طور پر کارخانے لگائے جائیں۔

4. مقامی افراد کے لئے خصوصی رعایت کے ساتھ بارڈر کراس کرنے کے لئے اقدامات کئے جائیں۔

5. ٹیکنیکل ایجوکیشن اور ہنر سیکھنے کے سنٹر قائم کئے جائیں۔

6. ملاگوری جو دنیا کا بہترین ماربل پیدا ہوتا ہے وہاں ماربل انڈسٹری قائم کی جائے۔

7. سمال انڈسٹریز قائم کر کے مقامی سطح پر مرد اور خواتین کو ٹرین کیا جائے تاکہ اپنے گھروں میں چھوٹے موٹی چیزوں کو تیار کر کے روزگار حاصل کر سکیں۔

8. پانی کا مسئلہ حل کرنے کے لیے گاؤں کی سطح پر پانی کے بڑے سٹوریج ٹینک بنائے جائیں۔

9. جہاں زیرزمین پانی موجود ہے وہاں ٹیوب ویل لگائے جائیں، ایسے علاقے جہاں پر پانی کے چشمے موجود ہیں وہاں سے پائپ کے ذریعہ آبادی تک پانی کی فراہمی ممکن بنائی جائے۔

10. پورے ضلع میں تعمیراتی کام شروع کئے جائیں خاص کر دفاتر اور سڑکیں اور ٹیلی کمیونی کیشن کے نظام پر ترجیحی بنیادوں پر کام شروع کیا جائے۔

11. زمینوں کا ریکارڈ کمپیوٹرائیزڈ کیا جائے۔ خواتین کو بھی جائیداد میں حصہ دینے کے لیے مہم شروع کی جائے۔

ضلع باجوڑ

فضل رحمٰن، محمد بلال یاسر

مختصر تعارف و فہرست مسائل

آبادی کے لحاظ سے قبائلی ضلع باجوڑ خیبر پختونخوا کے ساتھ ضم شدہ اضلاع میں سب سے بڑا ضلع ہے۔ انتظامی طور پر یہ ضلع سات تحصیلوں میں منقسم ہے جن میں خار، ناواگئی، چمرکنڈ، ماموند، سالارزئی، اُتمان خیل اور برَنگ شامل ہیں۔

اول الذکر پانچ تحصیلوں میں ترکانی قبائل (کاکازئی، واڑہ ماموند اور سالارزئی) جبکہ اُتمان خیل اور برَنگ تحصیلوں میں اُتمان خیل قبائل آباد ہیں۔ باجوڑ کا ضلعی مرکز 'خار' ہے۔ اس کے شمال میں افغانستان کا صوبہ کُنڑ واقع ہے۔ غاخی پاس اور ناواپاس سرحدی راہداریاں اسے افغانستان سے ملاتی ہیں۔ باجوڑ کے مشرق میں ضلع دِیر واقع ہے اور جنوب میں مُہمند کا علاقہ ہے۔

1290 مربع کلومیٹر سرسبز و شاداب رقبے پر پھیلے اس ضلع کی کل آبادی 12 لاکھ سے زائد ہے۔ قومی اسمبلی میں اس کی دو جبکہ صوبائی اسمبلی میں تین نشتیں ہیں۔

صحت کے مسائل

باجوڑ کی 12 لاکھ سے زائد آبادی کیلئے خار میں ایک ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹرز ہسپتال ہے۔ اس کے علاوہ ناوگئی، لرخلوزو اور پَشت میں ایک ایک ٹائپ ڈی ہسپتال ہے۔ برَنگ اور ارنگ میں ایک ایک رینجیل ہیلتھ سنٹر ہیں۔ ضلع بھر میں 19 بنیادی صحت کے مراکز اور اتنے ہی کمیونٹی ہیلتھ سنٹرز ہیں۔

ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹرز ہسپتال میں 12 سپیشلسٹ ڈاکٹروں کی سیٹس خالی ہیں اور اس ایک ہسپتال کے علاوہ ضلع کے کسی ہسپتال میں حاملہ خواتین کے لئے ڈیلیوری سنٹر (زچگی مرکز) نہیں ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ اکثر بی ایچ یوز اور ٹائپ ڈی، سی ہسپتال غیر فعال ہیں۔

تعلیمی مسائل

باجوڑ میں خواتین کی شرح خواندگی 4.75 فیصد جبکہ لڑکوں کی شرح 27.95 فیصد ہے۔ باجوڑ میں لڑکوں کیلئے خار، برخلوزو اور ناوگئی میں ایک ایک گورنمنٹ ڈگری کالج ہے۔ جبکہ فنی علوم کے دو ٹیکنیکل کالجز بھی موجود ہیں۔

لڑکیوں کیلئے ضلعی مرکز یعنی 'خار' شہر میں صرف ایک کالج ہے جس کی اپنی بلڈنگ نہیں ہے۔ باجوڑ میں کل 708 سکول ہیں جن میں لڑکیوں کے 243 جبکہ لڑکوں کے 417 سکول ہیں۔ باجوڑ کے سرکاری سکولوں میں 152،174 جبکہ پرائیوٹ سکولوں اور مدارس میں زیر تعلیم بچوں بچیوں کی تعداد 77،000 ہے۔ اسی طرح سکول نہ جانے والے بچوں کی تعداد 89،000 ہے۔

سکولوں میں سٹاف اور کمروں کی کمی کا شدید فقدان ہے۔ لڑکیوں کیلئے مڈل، ہائی اور ہائیر سیکنڈری سکولوں اور لڑکوں کیلئے کالجز کی کمی ہے۔ مرد اور خواتین اساتذہ کے بارے میں عام تاثر یہ ہے کہ وہ باقاعدگی سے سکول نہیں آتے جس کی وجہ سے بچوں کا ناقابلِ تلافی تعلیمی حرج ہو رہا ہے۔

یاد رہے کہ باجوڑ ماضی قریب میں بدترین دہشت گردی کا شکار رہا ہے اور اس ضمن میں نوجوان نسل کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنا بہت ضروری ہے تاکہ وہ آئندہ کسی بھی قسم کی شدت پسندی کے اثرات سے دور رہیں۔

امن وامان

باجوڑ میں امن و امان کی صورتحال وفاق کے زیر انتظام قبائلی علاقوں کے صوبہ خیبر پختونخوا میں انضمام سے قبل بھی خراب تھی لیکن صوبہ میں ضم ہونے کے بعد اس میں مزید اضافہ ہوا ہے۔ ٹارگٹ کلنگ کے علاوہ شہریوں کو بھتہ دینے کیلئے فون کالز کا موصول ہونا روزہ مرہ کا معمول ہے۔ چوری چکاری، ڈاکوں اور قتل کے واقعات میں بھی اضافہ دیکھنے میں آیا ہے۔ اس کی ایک اہم وجہ یہ ہے کہ ضلع میں پہلے سے موجود خاصہ دار اور لیویز اہلکاروں کو پولیس میں ضم کر دیا گیا ہے جن کی پولیسنگ کی کوئی ٹریننگ نہیں ہے۔ دوسری جانب ضلعی پولیس اپنے اختیارات اور مراعات کیلئے کئی بار احتجاج کر چکی ہے۔

تجارتی راہداریوں کی بندش

افغانستان کے ساتھ باجوڑ میں درجنوں راہداریاں ہیں ان میں سے نواپاس، غاخی پاس، لیٹئی پاس نہایت اہمیت کی حامل ہیں۔ مگر 2007 کے فوجی آپریشن کے بعد یہ تمام راہداریاں ہر قسم کی آمدورفت کے لئے مکمل طور پر بند ہیں۔ ان راہداریوں کے کھلنے سے باجوڑ میں کاروباری سرگرمیوں بہت بہتری آسکتی ہے۔ اس سلسلہ میں مقامی لوگوں نے بارہا حکومتی حلقوں سے مطالبہ کیا ہے لیکن ابھی تک ان کی شنوائی نہیں ہوئی۔

وزیر اعظم عمران خان اور خیبر پختونخوا کے وزیر اعلیٰ محمود خان نے نواپاس اور غاخی پاس کی راہداریوں کو تجارتی مقاصد کے لئے کھولنے کا وعدہ کیا تھا لیکن تاحال اس پر بھی کوئی عمل نہیں کیا گیا۔ یہ راہداریاں سرحد کے دونوں طرف معاشی خوشحالی میں اہم کردار ادا کر سکتی ہیں۔

بجلی کے مسائل

باجوڑ میں نیا گرڈ سٹیشن تعمیر ہو جانے کے باوجود روزانہ 22 گھنٹے تک لوڈشیڈنگ ہوتی ہے جبکہ کئی علاقوں میں ہفتوں بجلی نہیں آتی۔ پہاڑی اور اطراف کے بہت سارے علاقوں میں اب تک بجلی کی لائنیں ہی نہ بچھ سکیں۔ ماربل کارخانوں کو بھی مطلوبہ بجلی فراہم نہیں کی جا رہی جس کی وجہ سے ضلع میں بیروزگاری میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اس ضمن میں واپڈا حکام کا کہنا ہے کہ جب تک عوام میٹر نہیں لگائیں گے تب تک انہیں بجلی فراہم نہیں کی جائے گی۔

بیروزگاری کے مسائل

یاد رہے کہ 2007 سے 2019 تک قبائلی اضلاع کے محکمہ تعلیم میں بھرتیوں پر مکمل پابندی رہی ہے۔ نیز یہ کہ قبائلی اضلاع کیلئے تمام ہی محکمہ جات میں محدود کوٹہ یہاں کے نوجوانوں کے روزگار کے حصول میں اہم رکاوٹ تھی۔ مبینہ طور قبائلی ملکان نے بہت سے ایسے لوگوں کو باجوڑ کا ڈومیسائل بنا کر دیے جو کہ باجوڑ سے تعلق ہی نہیں رکھتے تھے۔ نتیجتاً قبائیلوں کے لئے نوکریوں اور تعلیمی اداروں میں مخصوص کوٹہ پر وہ لوگ آ گئے۔ اور باجوڑ کے حقیقی باشندے اپنے حق سے محروم رہے۔ اسی طرح یہاں پر سمال انڈسٹری یا دیگر صنعتیں نہیں جس کے باعث زیادہ تر نوجوان بے روزگار ہیں۔

زراعت کے مسائل

باجوڑ کی زمین زراعت کیلئے نہایت موزوں ہے۔ یہاں گندم، مکئی، باجرہ، آلو، ٹماٹر، مونگ پھلی سمیت ہر قسم کے پھل اور فصلیں اُگتی ہیں۔ مگر کسان انہی پرانے طریقوں پر عمل پیرا ہیں جس کے باعث ان زمینوں سے کماحقہ فائدہ نہیں اٹھا پا رہے۔ باجوڑ کی نئی پہچان زیتون کا تیل ہے مگر اس کیلئے بھی وسائل نہایت کم اور مارکیٹ تک رسائی آسان نہیں ہے۔

سیاحت کے مسائل

باجوڑ میں سیاحت کیلئے بہترین مواقع موجود ہیں مثال کے طور پر سیری سر، تخت چیناران، یعقوب چینہ، راغگان ڈیم، تلی ڈیم، گبر چینہ، باٹوار، غاخی پاس، مہمند پٹے وغیرہ۔ لیکن گبر چینہ کے علاوہ تمام سیاحتی مقامات تک پہنچنے کیلئے روڈ نہیں ہیں۔

باجوڑ کے مسائل کا حل

1. ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹرز ہسپتال خار میں سپیشلسٹ ڈاکٹروں کی 12 خالی آسامیوں کو پُر کیا جائے۔
2. ضلع کی آبادی کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے مزید سپیشلسٹ ڈاکٹر تعینات کیے جائیں۔
3. تمام چھوٹے بڑے ہسپتالوں میں ڈیلیوری کیسز کیلئے مطلوبہ سٹاف کی تعیناتی اور آلات کی فراہمی یقینی بنائی جائے۔
4. لر خلوزو کے غیر فعال ٹائپ ڈی ہسپتال کو فعال کیا جائے۔
5. سکول اور کالجوں میں سٹاف اور کمروں کی کمی کو پورا کیا جائے۔
6. لڑکیوں کیلئے مڈل، ہائی اور ہائیر سیکنڈری سکولوں کی تعداد میں اضافہ کیا جائے۔
7. لڑکوں کیلئے منظور شدہ سالارزئی اور برنگ کالجز کی تعمیراتی کام پر عملدرآمد یقینی بنایا جائے جن کی منظور کئی سال پہلے ہو چکی ہے لیکن تاحال ان پر کام شروع نہیں ہوا۔

8. پولیس کو پروفیشنل ٹریننگ دینا بہت ضروری ہے۔

9. وعدے کے مطابق قبائلی اضلاع سے 25ہزار نئے تعلیم یافتہ نوجوانوں کو پولیس میں بھرتی کیا جائے۔

10. غیرت کے نام پر قتل و قتال کے سدباب کیلئے پالیسی وضع کی جائے۔ نیز پولیس اور سیکورٹی فورسز میں پیشہ ورانہ روابط کا اہتمام کیا جائے۔

11. ضلع کے عوام کے منتخب نمائندوں اور عمائدین کے ذریعہ واپڈا حکام کے ساتھ مذاکرات کرنے چاہیئں تاکہ اس کا کوئی ایسا حل نکالا جائے جو کہ عوام اور واپڈا دونوں کے لئے قابل قبول ہو۔ اس سلسلہ میں اگر عوام کو کچھ عرصہ کے لئے بجلی کے بلوں میں چھوٹ دے دی جائے یا بجلی کے بل کم کر دیئے جائیں کیونکہ باجوڑ ضلع ابھی تک عسکریت پسندی کے اثرات سے باہر نہیں آیا۔

12. چھوٹے چھوٹے پن بجلی گھر لگائے جائیں اور اولین ترجیح ماربل کارخانوں کو دی جائے تاکہ علاقے کے معشیت میں بہتری لائی جاسکے۔

13. قبائلی اضلاع کے نوجوانوں کے بھرتیوں کے کوٹے میں اضافہ ہونا چاہیئے۔

14. نوجوانوں کو بلاسود قرضے دے کر ان کیلئے چھوٹے چھوٹے روزگار شروع کیے جائیں اور فیکٹریاں قائم کی جائے۔

15. غاخی پاس اور نواپاس بارڈر کو کھول دیا جائے تاکہ تجارت کے مواقع میسر آئیں۔

16. کسانوں کو مفت بیج اور سستی کھاد کی فراہمی ممکن بنائی جائے اور زرعی آلات سبسڈی پر فراہم کیے جائے۔

17. ارزاں نرخوں پر حکومت کسانوں کو سولر ٹیوب ویل فراہم کرے۔

18. زیتون ایک منافع بخش کاروبار ہے اس میں حکومت ضلعی محکمہ زراعت کے ساتھ تعاون کرے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اس جانب راغب کیا جاسکے۔ زیتون اور دیگر اجناس کی منڈی تک آسان رسائی کو یقینی بنایا جائے۔

19. سیاحتی مقامات تک پختہ روڈ تعمیر کیے جائیں، ہوٹل اور ریستوران تعمیر کیے جائیں اور سیاحتی مقامات کے آس پاس باڑ لگائی جائے تاکہ جنگلی جانوروں کو وہاں سے دور رکھا جاسکے۔

20. چھوٹے ڈیموں میں فش فارمنگ کی سہولت دی جائے۔

ضلع جنوبی وزیرستان

بشریٰ محسود، رضوان محسود

چھ ہزار چھ سو اُنیس مربع کلو میٹر پر محیط جنوبی وزیرستان رقبے کے لحاظ سے پاکستان کا سب سے بڑا ضلع ہے۔ اس کے شمال میں شمالی وزیرستان، جنوب میں بلوچستان کا ضلع ژوب، مشرق میں ڈیرہ اسماعیل خان اور مغرب میں افغانستان کا صوبہ پکتیکا ہے۔ یہ ضلع تین سب ڈویژنز اور 10 تحصیلوں پر مشتمل ہے۔ لدھا سب ڈویژن میں تحصیل لدھا، تحصیل شکتوئی، تحصیل مکین اور تحصیل سراروغہ جبکہ وانا سب ڈویژن میں تحصیل وانا، تحصیل شکئی، تحصیل توئی خُلہ اور تحصیل بیرمل شامل ہیں۔ اسی طرح سرویکئی سب ڈویژن میں تحصیل سرویکئی اور تحصیل تیارزہ شامل ہیں۔ جنوبی وزیرستان وسائل سے مالامال ہونے کے ساتھ ساتھ مسائل سے بھی مالامال ہے۔

بارودی سرنگیں (لینڈ مائنز)

جنوبی وزیرستان کے لوگوں کو درپیش مسائل میں سب سے بڑا مسئلہ بارودی سرنگوں کا ہے۔ فوجی آپریشن 'راہ نجات' ختم ہونے کے بعد جب بے گھر ہونے والے لوگ واپس اپنے علاقوں کو لوٹے تو اس وقت سے بارودی سرنگوں کے ساتھ ٹکرانے کے واقعات نے سب کو خوفزدہ کر دیا۔ اس وقت تک دو سو کے قریب لوگ جن میں عورتیں اور بچے بھی شامل ہیں بارودی سرنگوں کا شکار ہوئے ہیں جبکہ فوج اور فرنٹئیر کور کے اہلکار بھی اس کی زد میں آئے ہیں۔

صحت

جنوبی وزیرستان پس وانا ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال ہے جبکہ ضلع کے مختلف حصوں میں کیٹیگری ڈی اور دیگر چھوٹے پیمانے کے طبی مراکز بھی موجود ہیں۔ ان میں مولے خان سرائے ہسپتال، شولام ہسپتال، لدھا ہسپتال اور سراروغہ ہسپتال شامل ہے۔

لیکن اکثر علاقوں میں صحت کے مراکز نہیں ہیں اور جہاں ہیں بھی تو وہاں طبی عملہ کی غیر حاضری اور ادویات کی عدم دستیابی معمول ہے۔ جدید مشینری یعنی الٹرا ساونڈ، ایکسرے مشینیں وغیرہ یا تو موجود نہیں ہیں اگر ہیں تو ان کو چلانے کے لئے تربیت یافتہ عملہ نہیں ہے جس کی وجہ سے اکثر مریض دوسرے اضلاع کا رخ کرتے ہیں۔

تعلیم

جنوبی وزیرستان میں تعلیم کی شرح نہایت ہی کم ہے۔ تعلیمی ادارے کافی تعداد میں موجود ہیں لیکن ان میں اساتذہ کی کمی یا غیر حاضری کا بڑا مسئلہ ہے۔ اسی وجہ سے کافی لوگ اپنے بچوں کو تعلیم دلانے کے لئے ملک کے دوسرے حصوں میں بھیج دیتے ہیں یا اپنے بچوں کی تعلیم کی خاطر دوسرے علاقوں میں رہائش اختیار کر لیتے ہیں۔

جنوبی وزیرستان کے علاقوں وانا اور لدھا میں میں لڑکیوں کے دو ڈگری کالج ہیں۔ اول الذکر کالج فعال ہے جبکہ لدھا کالج میں کسی قسم کی تعلیمی سرگرمی نہیں ہے۔

اسی طرح لڑکوں کا ایک ایک ڈگری کالج وانا، لدھا اور سام میں ہیں۔ اس ضلع میں دو کیڈٹ کالج اور پانچ آرمی پبلک سکول بھی ہے۔ لیکن انکی فیسیں قدرے زیادہ ہونے کی وجہ سے غریب والدین اپنے بچوں کو ان اداروں میں تعلیم نہیں دلوا سکتے۔

زراعت

جنوبی وزیرستان کا زیادہ تر علاقہ زرعی ہے۔ مقامی لوگ زمینیں کاشت کر کے اپنا گزر بسر کرتے ہیں۔ لیکن دہشتگردی کی لہر کے بعد جب نقل مکانی کرنے والے قبائل واپس اپنے گھروں کو آئے تو تب سے وسائل نہ ہونے کی وجہ سے ان کی قابلِ کاشت زمینیں بنجر پڑی ہیں۔

کچھ لوگ جو کاشتکاری کرتے ہیں ان کو بہت سی مشکلات کا سامنا ہے۔ مثال کے طور پر مہنگے داموں بیج اور کھادیں خریدنا، کیڑے مار اسپرے نہ ہونے کی وجہ سے فصلوں کا تباہ ہونا، خار دار تاریں نہ ہونے کی وجہ سے جنگلی جانوروں کا فصل خراب کرنا۔ اس کے ساتھ ساتھ بڑی منڈیوں تک رسائی نہ ہونے کی وجہ سے بہتر معاوضہ نہ ملنا بھی مقامی کاشتکاروں کا ایک بڑا مسئلہ ہے۔

مواصلات کا نظام

اس دور جدید میں بھی جنوبی وزیرستان میں کئی ایسے علاقے ہیں جن میں رابطہ سڑکیں نہیں ہیں۔ اگر ہیں بھی تو لینڈ سلائیڈنگ کی وجہ سے سال ہا سال سے بند پڑی ہیں اور سرکاری سطح پر انہیں کھولنے کا کوئی بندوبست نہیں کیا گیا۔ ایمرجنسی کی صورت میں مریض کو میلوں دور چارپائی پر اٹھا کر پکی سڑک تک لایا جاتا ہے۔

اس دور دراز ضلع میں ڈاک کے مؤثر نظام کا بھی فقدان ہے۔ سرکاری خط مہینوں بعد ملتا ہے یا ڈی سی آفس ٹانک میں پڑا ہوتا ہے۔ موبائل سگنل کہیں کہیں کام کرتے ہیں۔ اسی طرح موبائل انٹرنیٹ ڈیٹا میسر نہیں ہے۔ ایک ای میل بھیجنے یا دیکھنے کے لئے میلوں دور کا سفر کرنا پڑتا ہے۔

بجلی

جنوبی وزیرستان میں آپریشن 'راہ نجات' کے بعد کئی سال گزرنے کے باوجود بھی پچاس فیصد سے زیادہ علاقوں کی بجلی بحال نہیں ہو سکی جس کی وجہ سے نہ صرف گھریلو سطح پر مشکلات ہیں بلکہ کاروبار بھی کافی حد تک متاثر ہوئے ہیں۔ لوگ شمسی پلیٹوں کے ذریعہ بجلی اور پانی کی ضرورت پوری کرتے ہیں۔

سیاحت

جنوبی وزیرستان میں کافی ایسے مقامات ہیں جو سیاحت کے لئے کافی موزوں ہیں جن میں مکین، لدھا، بدر، شوال، پیر غر شامل ہیں۔ ان مقامات کی سیر و تفریح کے لئے لاکھوں لوگ ملک کے مختلف حصوں سے آتے ہیں۔ ایک سرکاری اندازے کے مطابق گزشتہ عید کو سیّاحت کی غرض سے پچیس ہزار کے قریب گاڑیاں اس ضلع میں داخل ہوئیں۔ لیکن قیام کے لئے ہوٹل اور ریسٹ ہاوسز نہ ہونے کی وجہ سے لوگوں کو مشکلات کا سامنا ہے۔

پینے کا پانی

پانی کے بغیر انسانی زندگی ناممکن ہے اور یہ انسان کا بنیادی حق بھی ہے لیکن جنوبی وزیرستان میں کئی ایسے علاقے ہیں جہاں اب بھی لوگوں کو ان کے گھروں کی دہلیز پر پانی میسر نہیں ہے۔ اکثر خواتین سروں اور گدھوں پر میلوں دور چشموں سے پانی لاتی ہیں جس سے ان کی صحت پر برے اثرات پڑ رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ زیر زمین پانی بھی نیچے جا رہا ہے جس سے نہ صرف لوگوں کے استعمال بلکہ زراعت کے لئے بھی پانی کا حصول مشکل بنتا جا رہا ہے۔

کھیل

یہاں کے نوجوانوں میں ٹیلنٹ کی کمی نہیں ہے لیکن سہولیات کی کمی ضرور ہے۔ اس ضلع سے تعلق رکھنے والے مارشل آرٹ کے کھلاڑی عرفان محسود اب تک چالیس سے زیادہ گینیز بک آف ورلڈ ریکارڈ قائم کر کے دنیا میں پاکستان کا نام روشن کر چکے ہیں۔ عرفان محسود اور ان کے بہت سے شاگردوں کے لئے سرکاری سطح پر کوئی کلب یا گراونڈ نہیں ہے بلکہ وہ ایک کرائے کی جگہ میں پریکٹس کرتے ہیں۔

لائیو اسٹاک

جنوبی وزیرستان کے بہت سے لوگ پالتو جانور پالتے ہیں جو نہ صرف ان کی روزِ مرہ کی ضروریات پوری کرتے ہیں بلکہ لوگ انہیں بیچ کر اپنی گزر اوقات بھی کرتے ہیں۔ لیکن مویشی بانی کی مطلوبہ معلومات نہ ہونے کی وجہ سے وہ ان جانوروں سے کماحقہ فائدہ نہیں حاصل کر پاتے۔ اکثر اوقات بیماری لگ جانے کی وجہ سے بر وقت علاج نہ ہونے کی وجہ سے لاکھوں روپے مالیت کے جانور موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں۔

منشیات

افغانستان کے ساتھ سرحد ہونے کی وجہ سے مختلف نشہ آور چیزیں یہاں پر وافر مقدار میں آسانی سے دستیاب ہیں جس کی وجہ سے یہاں کے مقامی نوجوانوں میں منشیات کا استعمال بڑھ رہا ہے۔

بیروزگاری

کوئی خاص صنعت نہ ہونے کی وجہ سے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے باوجود بھی مقامی نوجوان بیروزگار ہیں۔ ایک طرف فاٹا کے انضمام کے بعد سرکاری نوکریوں میں مقامی نوجوانوں کو نظر انداز ہونے کی شکایات سامنے آ رہی ہیں تو دوسری جانب روزگار نہ ہونے کی وجہ سے مقامی نوجوان منفی سرگرمیوں کا شکار ہو کر ضائع ہو رہے ہیں۔

لینڈ ریکارڈ

قبائلی ایجنسیوں کے صوبہ خیبر پختونخوا میں انضمام کے بعد زمین کی ملکیت کے حوالہ سے بہت سے مسائل سامنے آ رہے ہیں۔ چونکہ زمینوں کا سرکاری ریکارڈ نہیں ہے اس لئے مختلف قبائل کے درمیان جائیداد کے تنازعات بڑھ گئے ہیں جس کی وجہ کئی قبیلے اب بھی ایک دوسرے کے خلاف مورچہ زن ہیں۔

جنوبی وزیرستان کے مسائل کا مجوزہ حل

1. بارودی سرنگوں کو صاف کرنے کے لئے بڑے پیمانے پر کام کیا جائے۔ بارودی سرنگوں کے پھٹنے سے زخمی ہونے والے لوگوں کو مصنوعی اعضاء لگائے جائیں اور ان کی مالی مدد بھی کی جائے تاکہ وہ اپنا باعزت روزگار شروع کر سکیں۔
2. اسپتالوں میں سٹاف کی حاضری کے ساتھ ساتھ ادویات کی کمی کو پورا کیا جائے۔ سٹاف کے لئے رہائشی کوارٹرز بنائے جائیں تاکہ غیر مقامی عملہ کو فرائض کی انجام دہی میں آسانی ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ اسپتالوں میں جدید مشینری کو چلانے کے لئے تربیت یافتہ مقامی نوجوانوں کو بھرتی کیا جائے تاکہ انکو روزگار حاصل ہو۔
3. جنوبی وزیرستان میں تعلیم کی شرح بڑھانے کے لئے اساتذہ کی حاضری کو یقینی بنایا جائے۔ سکولوں کی بوسیدہ عمارتیں دوبارہ تعمیر کی جائیں اور سٹاف کے لئے رہائش کا انتظام کیا جائے۔
4. لڑکے اور لڑکیوں کے لئے فنی تعلیم کے ادارے قائم کئے جائیں خصوصی بچوں کے لئے سکول قائم کئے جائیں۔
5. حکومت محکمہ زراعت کی مدد سے آپریشن کے بعد دوبارہ آباد ہونے والے لوگوں کو سرکاری مشینری مہیا کی جائے تاکہ یہ پھر سے اپنی زمینوں کو قابلِ کاشت بنا سکیں۔ مفت بیج اور سستی کھادوں کا انتظام کیا جائے۔ جدید سائنسی طریقے سے کاشت کے حوالے سے آگاہی پروگرام ترتیب دیئے جائیں اور اس کے ساتھ ساتھ سرکاری سطح پر سبزیوں اور پھلوں کی بڑی منڈیوں تک رسائی کو ممکن بنایا جائے۔
6. رابطہ سڑکیں ترجیحی بنیادوں پر بنائی جائیں اور خراب سڑکوں کی فوری مرمت کی جائے۔
7. ڈاک کے نظام کو موثر بنانے کے لئے سٹاف کی حاضری کے ساتھ ساتھ سٹاف کی کمی کو بھی پورا کیا جائے۔

8. موبائل سگنلز کا مسلہ حل کرنے کے لئے ہر تحصیل کی سطح پر مختلف مقامات پر اونچی جگہوں پر مزید ٹاورز نصب کئے جائیں۔

9. ہنگامی بنیادوں پر بجلی کی تاریں لگا کر بجلی ترسیل کو یقینی بنایا جائے۔ سستے ریٹ پر سولر پلیٹیں اور بیٹریاں مہیا کی جائیں۔

10. محکمہ سیّاحت کی طرف سے دوسرے اضلاع کی طرح یہاں پر بھی ہٹس یعنی خیمے بنائے جائیں جن میں سیاح رہ سکیں۔ مقامی نوجوانوں کو ٹورسٹ گائیڈ کی تربیت دی جائے جس سے انہیں روزگار ملنے کے ساتھ ساتھ سیّاحوں کو فائدہ ہوگا۔ سیّاحوں کے آنے سے مقامی معیشت پر اچھا اثر پڑے گا۔

11. سرکاری سطح پر ٹیوب ویلز لگا ہر گاؤں تک پانی پہنچایا جائے۔

12. حکومتی سطح پر کھلاڑیوں کی حوصلہ افزائی کی جائے اور کھیل کے میدانوں کے ساتھ ساتھ نوجوانوں کو کھیل کی تربیت فراہم کرنے کی اکیڈمیاں بھی قائم کی جائیں۔

13. مختلف تحصیلوں کی سطح پر ویٹرنری ڈسپنسریاں قائم کی جائیں۔ دودھ اور گوشت کی پیداوار بڑھانے کے جدید طریقے بتائے جائیں۔

14. منشیات کی روک تھام کے لیے بارڈر پر چیکنگ سخت کی جائے اور عوامی سطح پر آگاہی پروگرامز منعقد کئے جائیں۔

15. مقامی نوجوانوں کو مختلف ہنر سکھا کر ان کے لئے چھوٹی چھوٹی صعنتیں قائم کی جائیں تاکہ وہ باعزت روزی کما سکیں۔

16. زمین کے ریکارڈ کو کمپیوٹرائزڈ کیا جائے، پٹوار نظام کے تحت صاف شفاف تقسیم کی جائے تاکہ مختلف قبائل اور خاندانوں کے درمیان دشمنیاں جنم نہ لیں۔

ضلع شمالی وزیرستان

حسّان اللہ، عظمت اللہ داوڑ

نو آبادیاتی دور کے یاغستان (موجودہ قبائلی اضلاع) میں وزیرستان کا تاریخی اور جغرافیائی کردار مسلمہ ہے۔ پیر روشان کی اصلاحی تحریک سے لے کر فقیر آف اپی کی یورش تک وزیرستان عالمی اور مقامی سیاست میں ایک اہم کردار کا حامل علاقہ رہا ہے۔

سنہ 1896 میں وزیرستان کو دو حصوں میں تقسیم کرکے شمالی اور جنوبی وزیرستان کے انتظامی یونٹوں کو وجود میں لایا گیا۔ شمالی وزیرستان 4,707 مربع کلو میٹر پر مشتمل سابقہ فاٹا کا وہ علاقہ ہے جس کی سرحدیں بنوں، جنوبی وزیرستان اور افغانستان کے خوست اور پکتیا سے ملتی ہیں۔ اس کی کل آبادی حالیہ مردم شماری کے مطابق 543,254 نفوس پر مشتمل ہے۔ یہاں دو بڑے قبیلے داوڑ اور وزیر آباد ہیں۔ دریائے ٹوچی کے کنارے آباد داوڑ قبیلہ غوری النسل جبکہ وزیر مقامی قبیلہ ہے۔

اس ضلع کی کل گیارہ تحصیلیں اور پچھتر ویلیج کونسل ہیں۔ اس ضلع میں قومی اسمبلی کی ایک اور صوبائی اسمبلی کے دو حلقے ہیں۔ آبی ذخائر میں تین بڑے دریا ٹوچی، کُرم اور کھیتو اور متصل دو آبے یہاں کی زرعی زمینوں کو سیراب کرتے ہیں۔ نیز یہ ضلع تانبے، کرومائیٹ اور پٹرولیم کے معدنی ذخائر سے مالامال ہے۔

پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد وفاق کے زیر انتظام دیگر قبائلی علاقوں کی طرح شمالی وزیرستان بھی فرنٹیئر کرائمز ریگولیشن کے کالے قانون کے شکنجے میں جکڑا رہا۔ بالآخر مئی 2018 میں اسے دیگر قبائلی علاقوں کی طرح صوبہ خیبر پختونخوا سے ایک ضلع کی حیثیت سے ضم کر دیا گیا۔

بے امنی

آئینی اور قانونی پیچیدگیوں کے ساتھ ساتھ شمالی وزیرستان انضمام کے بعد بھی گوناگوں مسائل کا شکار ہے۔ چونکہ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں شمالی وزیرستان ایک فلیش پوائنٹ تھا لہٰذا آپریشن ضربِ عضب اور ادغام کے بعد بھی یہاں امن و امان کی حالت دگرگوں ہے۔

سب سے بنیادی مسئلہ ٹارگٹ کلنگ کے واقعات میں حد درجہ اضافہ ہونا ہے۔ رواں سال میں پچاس سے زائد واقعات ہو چکے ہیں۔ انتہا پسندی اور دہشتگردی پھر سے سر اٹھا رہی ہے۔ عدالتی نظام کی توسیع برائے نام ہے۔ پولیس کا ڈھانچہ انتہائی کمزور ہے۔ انسداد دہشتگری کا کوئی جامع ڈھانچہ موجود نہیں ہے۔

صحت عامہ

یہاں کا دوسرا بڑا مسئلہ صحت کی بنیادی سہولیات کا فقدان ہے جس میں بحران کی حد تک مسائل ہیں۔ شمالی وزیرستان میں ایک ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹرز ہسپتال میران شاہ اور ایک تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال میر علی میں ہے۔ اس کے علاوہ 900 کے لگ بھگ دیگر طبی مراکز ہیں جن میں بنیادی صحت کے مراکز شامل ہیں۔ دور دراز کے علاقوں میں صحت کا نظام نہ ہونے کے برابر ہیں۔ سٹاف کی کمی کے ساتھ ساتھ تکنیکی صلاحیت سے محروم پریکٹیشنرز کی بھرمار ہے۔ بڑے ہسپتالوں میں سپیشلسٹ ڈاکٹروں اور طبی آلات کی عدم دستیابی کی وجہ سے لوگ ہنگامی حالات میں قریبی شہروں کا رخ کرتے ہیں۔ ایمرجنسی روم اور جنریٹرز بڑے ہسپتالوں میں ناپید ہیں۔

تعلیم

پبلک اور پرائیویٹ تعلیم کے شعبہ میں یہاں پہ تقریباً اک ہزار کے قریب کالجز اور سکولز ہیں۔ پوسٹ گریجویٹ کالج میران شاہ، کامرس کالج میرانشاہ، ڈگری کالج میر علی، پولی ٹیکنیک انسٹیٹیوٹ میر علی کے علاوہ ہائیر سیکنڈری اور پرائمری تعلیمی ادارے ہیں۔ لڑکیوں کے لئے میران شاہ کے مقام پر ایک ہی ڈگری کالج ہے۔ لڑکوں اور لڑکیوں کی انرولمنٹ کی شرح بالترتیب ساٹھ فیصد اور چالیس فیصد ہے۔ گھوسٹ اساتذہ اور گھوسٹ سکولز یہاں پہ عام ہیں۔ سکولوں کی حالت کافی مخدوش ہے۔ تعلیمی معیار انتہائی نیچے ہے۔

ٹیلی کمیونیکیشن

یہاں سب سے بڑا مسئلہ دور دراز علاقوں میں موبائل نیٹ ورک کا نہ ہونا اور پورے وزیرستان میں تھری جی اور فور جی نیٹ ورک کی عدم دستیابی ہے۔ آپٹیکل فائبر لائنز کی حالت دگرگوں ہے۔

زمینوں سے متعلق تنازعات

آپریشن ضربِ عضب کے بعد مقامی لوگوں کے درمیان زمینی تنازعات میں کافی اضافہ دیکھنے میں آیا ہے جو کہ علاقائی امن کے لئے ایک درد سر بن چکا ہے۔ بورا خیل قوم اور عیدک، خدی، حکیم خیل قوم کے درمیان زمینی تنازعات اور لڑائیاں اہم مسائل میں سے ایک ہے۔

بجلی اور انفراسٹرکچر کے مسائل

شمالی وزیرستان میں بجلی کی عدم فراہمی کی وجہ سے روزانہ بیس گھنٹے تک لوڈ شیڈنگ روزِ مرہ کا معمول ہے۔ انفراسٹرکچر کے ضمن میں سڑکوں اور عمارتوں کی حالت اور آپریشن کی زد میں آئے ہوئے مکانات اور مارکیٹوں کی مسماری ایک بڑا مسئلہ ہے۔

معاشی صورتحال

بڑے اور درمیانی درجے کے کاروبار یہاں پر فروغ پذیر ہیں۔ غلام خان بارڈر کی بندش سے آمدورفت میں کافی گھمبیر مسئلہ ہے۔ امن وامان کی صورتحال بھی مقامی تجارت پر کافی حد تک اثر انداز ہوتی ہے۔ نورک کے مقام پر اسپیشل اکنامک زون کا قیام تاحال عمل میں نہیں لایا جاسکا۔ مقامی تجارت کے فروغ کے لئے کوئی ریگولیٹری باڈی نہیں ہے۔

مندرجہ بالا مسائل کی نشاندھی اور اسکا ممکنہ حل ایک جامع اور لانگ ٹرم پالیسی میں مضمر ہے۔

1. امن وامان اور قانون کی عملداری یقینی بنانے کے لئے پولیس اصلاحات (کمیونٹی پولیسنگ) اور عدالتی نظام کو مؤثر بنانا ضروری ہے۔
2. انسداد دہشتگری کا کوئی جامع میکنزم اپنا کر اختیارات فوراً سے پیشتر سول اداروں کے سپرد کردینے چاہیے۔
3. صحت عامہ یعنی پبلک ہیلتھ کیئر میں صحت کے مراکز کی اپ گریڈیشن اور تکنیکی سٹاف کی دستیابی کو یقینی بنانا ہے۔
4. میڈیکل آلات اور ہنگامی حالات کے یونٹوں کا قیام عمل میں لاکر اس بحران پر فوراً قابو پایا جاسکتا ہے۔
5. میران شاہ کے مقام پر کم از کم ایک جدید ہسپتال کا قیام ان مسائل پر قابو پانے کے لئے کافی حد تک کارگر ثابت ہوسکتا ہے۔
6. تعلیم کے شعبہ میں مسائل کے حل کے لئے سب سے پہلے 1:40 کا تعلیمی تناسب اپنانا چاہیے یعنی چالیس طلباء کے لئے کم از کم ایک استاد ہو۔
7. مانیٹرنگ کا ایک مضبوط نظام ہو جس میں گھوسٹ اساتذہ اور سکولوں کی نشاندھی ہوسکے۔
8. لڑکیوں کے لئے ہائی سکولز اور کالجز کی تعمیر ہنگامی بنیادوں پر کی جائے۔
9. سکولوں کی بلڈنگز کی حالت پر توجہ دی جائے۔
10. تھری جی اور فورجی انٹرنیٹ کی انسٹالیشن اور دور دراز علاقوں میں نیٹ ورک کا دائرہ ہنگامی بنیادوں پر بڑھایا جائے۔
11. آپریشن ضربِ عضب کے بعد مسمار شدہ مارکیٹوں اور مکانات کا معاوضہ فوراً ادا کرکے بحالی کا ایک دوررس منصوبہ تیار کیا جائے۔
12. سڑکوں کی تعمیر پر خصوصی توجہ دے کر آمدورفت کے مسائل حل کئے جائیں۔
13. بجلی کی فراہمی یقینی بنانے کے لئے ٹرانسمشن لائن کی مرمت اور لائن لاسز کو کم کرنا چاہیے۔
14. علاقائی تنازعات کے حل کے لئے تصفیہ طلب امور کی نشاندھی کرکے علاقائی سطح پر کمیٹیاں تشکیل دی جائیں۔
15. سول انتظامیہ کی معاونت سے جرگہ سسٹم کو فعال بنا کر بحران اور تصادم سے پہلے کوئی حل نکالا جائے۔

16. لینڈ ریکارڈ کو ڈیجیٹائز کیا جائے۔

17. میرٹ کی عملداری کو یقینی بنانے کے لیے احتساب اور سزا و جزا کے نظام کو موثر کیا جائے۔

18. تجارت کے فروغ کے لئے غلام خان سرحد پر نقل و حرکت کو آسان بنایا جائے۔

19. کاروباری طبقے کو مراعات دی جائیں۔

20. اسپیشل اکنامک زون کا قیام فوراً سے پیشتر عمل میں لایا جائے۔

ضلع مہمند

شاہنواز ترکزئی، نجیب اللہ مہمند

صوبہ خیبر پختونخوا کے دارالحکومت پشاور سے جُڑا ہوا قبائلی ضلع مہمند 2,296 مربع کلومیٹر پر پھیلا ہوا ہے جس کی آبادی سنہ 2017 کی مردم شماری کے مطابق 466,000 ہے۔ تین سب ڈویژن یعنی لوئر سب ڈویژن، اپر سب ڈویژن اور خویزئی بائزئی سب ڈویژن پر منقسم اس ضلع کی آٹھ تحصیلیں ہیں جن میں یکہ غونڈ، پنڈیالی، پڑانگ غار، انبار، غلنئی، لکڑو، خویزئی اور بائیزئی شامل ہیں۔ یہ ضلع مشرق میں ضلع مالاکنڈ درگئی سے ملا ہوا ہے۔ اس کے مغرب میں افغانستان کا صوبہ ننگرہار ہے جبکہ اس کے شمال میں باجوڑ ضلع ہے۔ جنوب میں اس کی سرحدیں پشاور، چارسدہ اور ضلع خیبر کے ساتھ ملی ہوئی ہیں۔ مہمند کے جنوب مغرب میں وارسک ڈیم واقع ہے جبکہ مشرق میں پنڈیالی اور پڑانگ غار کے بیچ مہمند ڈیم زیر تعمیر ہے۔ مہمند ضلع کی ایک تحصیل یکہ غوںڈ وارسک ڈیم سے نکلنے والی نہر سے سیراب ہوتی ہے جبکہ باقی تمام علاقہ بارانی ہونے کی وجہ سے زیادہ تر بنجر ہے۔ مہمند کا ضلعی مرکز غلنئی ہے جبکہ مہمند میں پشاور سے باجوڑ کے لئے ایک بڑی شاہراہ بھی بنائی گئی ہے۔

قومی اسمبلی میں اس ضلع کی ایک اور صوبائی اسمبلی میں دو نشستیں ہیں۔

صحت کے مسائل اور ان کا حل

مہمند میں ضلعی ہسپتال (ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹرز ہسپتال) اور چھ تحصیل ہیڈکوارٹرز ہسپتالوں کے علاوہ لگ بھگ 80 چھوٹے بڑے طبی مراکز ہیں۔ ضلعی ہسپتال غلنئی، ریجنل ہیلتھ سنٹر یکہ غنڈ اور لکڑو کے تحصیل ہیڈکوارٹرز ہسپتال کے علاوہ باقی تمام طبی مراکز میں کہیں لیبارٹری کی کمی ہے تو کہیں الٹرا ساؤنڈ اور ایکسرے مشینیں نہیں ہیں۔ زیادہ تر طبی مراکز میں ڈاکٹروں کی کمی ہے جبکہ موجود اسٹاف بھی اکثر غیر حاضر رہتا ہے۔ محکمہ صحت کے مطابق 70 فیصد ہسپتالوں میں سانپ، بچھو اور کتے و دیگر موذی جانوروں کے کاٹنے کے ویکسین موجود نہیں۔ ہسپتالوں کی سرکاری ادویات بازاروں میں فروخت ہونے کی شکایات بھی ملتی رہتی ہیں۔ مہمند میں زیادہ تر بیماریوں اور حادثات کے کیسز پشاور کے ہسپتالوں کو ریفر کئے جاتے ہیں۔

دہشت گردی اور انتہا پسندی

یہ ضلع گزشتہ پندرہ سال سے بدترین دہشت گردی کا شکار رہا جس کی وجہ سے کثیر تعداد میں لوگوں کو ذہنی اور نفسیاتی بیماریوں کا سامنا ہے۔ بدقسمتی سے کسی سرکاری ہسپتال میں کوئی ماہر نفسیات ڈاکٹر نہیں ہے۔ مہمند میں سنہ 2009 سے اب تک 131 سکول دہشت گردی کی نذر ہوئے جن میں 50 فیصد اب بھی بحالی کے منتظر ہیں۔ اسی طرح دہشت گردی سے متاثرہ 52 سکولوں کی عمارتیں 2008 سے 2010ء کے درمیان دوبارہ تعمیر کی جا چکی ہیں تاہم اب تک محکمہ تعلیم کی جانب سے ان سکولوں میں کلاسز کا آغاز اور عملہ کی تعیناتی نہیں ہو سکی۔

تعلیم

مہمند میں مجموعی طور پر 111,613 طلبہ زیر تعلیم ہیں جن میں سرکاری سکولوں میں 64,613، نجی سکولوں35,000، دینی اداروں میں 12,000 طلبہ داخل ہیں۔ مہمند میں مجموعی طور پر 580 تعلیمی ادارے قائم ہیں جن میں لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے ایک ایک پوسٹ گریجویٹ کالج، لڑکوں کے لئے ایک ڈگری کالج اور ایک کامرس کالج ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ 3 ہائیر سیکنڈری سکول، 37ہائی سکول، 58 مڈل سکول، 466 پرائمری سکول، آٹھ مدرسہ سکول، پانچ گرلز کمیونٹی سکول اور لڑکیوں کے لئے تین انڈسٹریل ہوم سنٹرز قائم ہیں۔

ایک اندازے کے مطابق 70 فیصد سکولوں میں بنیادی سہولیات یعنی پانی، بجلی، فرنیچر، چار دیواری، کھیلوں کے میدان، تفریحی ساز و سامان اور واش رومز موجود نہیں ہیں جبکہ 50 فیصد سکولوں میں سائنس لیبارٹریز اور سائنس ٹیچرز ہی نہیں ہیں۔ فنی تعلیم (ٹیکنیکل ایجوکیشن) کے لئے ایک کالج قائم تو ہے لیکن اس میں تمام کورسز دستیاب نہیں ہیں۔

کمیونٹی سنٹرز اور سٹڈی سرکلز

مہمند میں جسمانی اور ذہنی نشو و نما کے لئے ضروری سرگرمیوں کے نہ ہونے کے ذمہ دار زیادہ تر عوام خود ہیں لیکن حکومت کو ایسی سرگرمیوں کے انعقاد کے لئے ہر تحصیل میں کم از کم ایک کمیونٹی سنٹر جبکہ خواتین کے لئے دستکاری سنٹرز یا پارک تعمیر کرنے چاہئیں۔ اس کے ساتھ ساتھ شہریوں کو چاہیے کہ وہ اپنی خواتین کو مذکورہ مقامات و مراکز پر جانے کی اجازت دیں۔ پڑھا لکھا طبقہ ہر تحصیل میں ہر ہفتے سٹڈی سرکل کی سرگرمی کا انعقاد کرے جہاں علاقائی، ملکی و بین الاقوامی مسائل پر سیر حاصل بحث ہو۔ اس سے نہ صرف عوام خصوصاً جوان طبقہ سیاسی و معاشی حالات سے باخبر ہو گا بلکہ منشیات و دیگر منفی سرگرمیوں میں ملوث ہونے سے بھی بچ پائے گا۔ اس طرح ان کی بہترین ذہنی نشو و نما ہوتی رہے گی۔

مواصلات

ضلعی ہیڈ کوارٹر غلنئی کے علاوہ باقی تحصیلوں میں انٹرنیٹ کی سہولت میسر نہیں۔ مہمند کی یکہ غنڈ، لکڑو اور غلنئی تحصیلوں کے علاوہ باقی تحصیلوں میں لینڈ لائن ٹیلی فون کی سہولت بھی نہیں۔ جبکہ افغان سرحد کے ساتھ متصل قصبہ بائیزئی میں ابھی تک موبائل ٹاورز کی تنصیب بھی نہیں ہو سکی۔ مہمند کی مرکزی شاہراہ یکہ غنڈ سے باجوڑ کے قصبہ ناواگئی تک پھیلی ہوئی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ تمام تحصیل ہیڈ کوارٹرز تک رابطہ سڑکیں بنی ہوئی ہیں تاہم دیہاتوں اور دور دراز زرعی زمینوں تک رابطہ سڑکیں موجود نہیں۔

گورسل بارڈر پر درپیش مسائل

مہمند ضلع کو افغانستان کے علاقہ جلال آباد سے ملانے کے لئے واحد راستہ گورسل بارڈر سنہ 2010 سے بے امنی کے واقعات کے باعث بند ہے۔ جس کی وجہ سے بارڈر کے ساتھ متصل بائیزئی تحصیل کی 90 فیصد آبادی خیبر پختونخوا اور پنجاب کے مختلف علاقوں کو

منتقل ہو چکی ہے۔ مقامی لوگوں کے مطابق ان کے روزگار و تجارت کا واحد ذریعہ گورسل بارڈر تھا۔ سرحد پر واقع ہونے کے باعث خویزئی اور بائیزئی تحصیلیں اس سے بلاواسطہ متاثر ہوئی ہیں جبکہ عمومی طور پر پورے ضلع کی معیشت اس کی وجہ سے متاثر ہوئی ہے۔

منشیات

ضلع مہمند میں حالیہ کچھ سالوں میں آئس نامی نشے کی وجہ سے مختلف واقعات سامنے آئے ہیں۔ نشے کے عادی افراد کے ہاتھوں متعدد افراد کی ہلاکتوں اور لڑائیوں کے واقعات رونما ہوئے ہیں۔ فی الوقت نشے کے عادی لوگوں کے علاج کے لئے تحصیل غلنئی میں صرف ایک نجی ادارہ 'سحر ویلفیئر ٹریٹمنٹ سنٹر' قائم ہے جس کو حکومتی تعاون کی اشد ضرورت ہے۔

سیّاحت

مہمند کے لوگ سیر و سیاحت کے لئے چارسدہ کے دریا 'سر دریاب' اور شمالی علاقوں کے سیاحتی مقامات کو جاتے ہیں کیونکہ ان کے اپنے علاقہ میں سیاحت کے فروغ کے لئے کوئی بڑا پارک یا حکومتی منصوبہ موجود نہیں۔

کھیلوں کے میدان

غلنئی میں 'مہمند سپورٹس کمپلیکس' کی حالت انتہائی ابتر ہے۔ میدان جگہ جگہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار اور چار دیواری نہ ہونے کے برابر ہے۔ کرکٹ کے علاوہ دیگر کھیلوں کے لئے کورٹس موجود نہیں۔

متبادل قانونی نظام

مہمند میں فرنٹیئر کرائمز ریگولیشن کے خاتمے کے بعد لوگوں کو انصاف کی فراہمی کے لئے پاکستان کا عدالتی نظام نافذ کر دیا گیا ہے۔ تاہم خیبر پختونخوا حکومت کی جانب سے الٹرنیٹوڈ سپیوٹ ریزولوشن (اے ڈی آر) یعنی تنازعات کے حل کا متبادل طریقہ بھی لاگو کر دیا گیا ہے۔ اس قانون کے حوالہ سے کاروباری طبقہ خصوصاً پہاڑوں کے مالکان کو شدید تحفظات ہیں۔ ان کا موقف ہے کہ ضلعی انتظامیہ زبردستی ان کو عام عدالتوں کی بجائے اے ڈی آر قانون کے تحت جرگوں کی ذریعہ تنازعات حل کرانے پر زور دیتے ہیں جس کا عام لوگ یہی تاثر لیتے ہیں کہ یہ وہی پرانے والے ایف سی آر نظام کے تحت ہونے والے جرگوں کا مشابہہ نظام ہے۔

ڈیمز کی رائلٹی اور بجلی کی فراہمی

مہمند واحد ضلع ہے جہاں وارسک ڈیم 1962ء سے قائم ہے جبکہ مہمند ڈیم زیر تعمیر ہے لیکن وعدے کے مطابق مہمند کے عوام کو وارسک ڈیم کی رائلٹی اور بجلی کی سہولت نہیں دی گئی۔ مہمند ڈیم پر تعمیراتی کام شروع ہونے سے پہلے اور بعد میں بھی حکومت نے تحریری طور پر ان سہولیات دینے کا کوئی وعدہ نہیں کیا۔

مویشی ہسپتال، پانی کے ذخائر اور زراعت

تیس سال قبل مہمند میں درجنوں چراگاہیں ہوا کرتی تھی۔ ان چراگاہوں میں چرواہے اُجرت پر لوگوں کے مویشی پالتے تھے جس سے عام لوگوں اور چرواہوں کا روزگار چلتا تھا۔ موجودہ وقت میں ایسی کوئی چراہ گاہ نہیں ہے۔ مہمند چونکہ ایک خشک پہاڑی علاقہ ہے اور یہاں بارشیں کم ہوتی ہیں جس کی وجہ سے یہ چراگاہیں اب ختم ہو چکی ہیں اور چرواہے بے روزگار ہیں۔ یہاں پانی کو ذخیرہ کرنے کے لئے بارانی بند اور سمال ڈیمز کی کمی تھی تاہم اس مسئلہ کے حل کے لئے مہمند میں 10 سمال ڈیمز تعمیر کئے جا چکے ہیں جن میں موٹوشا ڈیم، پڑانگ غار اور پنڈیالی ڈیم اہم ہیں۔

مسائل کا حل

1. ڈاکٹروں کی حاضری یقینی بنانے کے لئے معائنے کی آزاد ٹیمیں تشکیل دی جائیں۔
2. تمام طبی مراکز میں مطلوبہ سہولیات کی فراہمی یقینی بنائی جائے۔
3. دور دراز ہسپتالوں کو سرکاری ایمبولینس فراہم کی جائیں۔
4. سرکاری ادویات کی بازاروں میں فروخت کی روک تھام کر کے اس عمل میں ملوث اہلکاروں کو سزائیں دیں۔
5. بچوں کو تعلیم کی جانب راغب کرنے کے لئے سالانہ داخلہ مہم چلائی جائے۔
6. جن سکولوں کے نتائج بہتر نہیں ان سکولوں کے اساتذہ سے محکمانہ سطح پر باز پُرس کی جائے۔
7. تعلیم یافتہ جوانوں کے آن لائن کلاسز اور ریسرچ کے لئے انٹرنیٹ فراہم کیا جائے
8. مہمند کے سب بڑے تجارتی مرکز زیارت ماربل و دیگر معدنی پہاڑوں کے ماربلز کی منڈیوں تک رسائی کے لئے سڑکوں کی تعمیر کی جائے۔
9. نقل مکانی کرنے والوں کو واپس لانے اور انہیں روزگار کے مواقع فراہم کے لئے گورسل بارڈر کو فوری کھول دیا جائے۔
10. سی پیک پراجیکٹ کی مدد سے تعمیر کئے جانے والے 'مہمند اکنامک زون' پر تعمیراتی کام تیز کیا جائے۔
11. سنگ مرمر کے پہاڑوں کے لئے مہمند ضلع میں صنعتی بستیاں بنائی جائیں
12. آئس کی خرید و فروخت میں ملوث افراد کے خلاف کارروائی اور نشے میں مبتلا افراد کے لیے مراکز قائم کیے جائیں۔
13. مہمند میں دریائے کابل کے کنارے، اپر مہمند میں چمرکنڈ، ایلہ زئی اور پڑانگ غار کے یوسف بابا میں سیاحوں کے لئے پارکس اور ریسٹ ہاؤس تعمیر کرے جس سے حکومت کو زرمبادلہ اور عوام کو روزگار ملے گا۔
14. سپورٹس اسٹیڈیم کو بہتر بنایا جائے۔

15. اے ڈی آر نظام کو ختم کرے اور لوگوں کو ان کی مرضی کے مطابق عدالتوں میں جانے سے نہ روکا جائے۔

16. مہمند ڈیم منصوبے میں قانون کے مطابق مقامی لوگوں کو بھرتی کیا جائے اور مقامی ٹھیکیداروں کو ٹھیکے دیئے جائیں

17. وارسک ڈیم سے پیدا ہونے والی بجلی پر مقامی لوگوں کو رائلٹی دے۔

18. مویشیوں کے علاج معالجے کے لئے یکہ غنڈ، غلنئی اور لکڑو تحصیلوں کے علاوہ دور دراز تمام علاقوں میں ویٹرنری سنٹرز تعمیر کر کے ڈاکٹروں کو تعینات کیا جائے۔

ضلع کُرَم

نبی جان اورکزئی، نائلہ الطاف

تین ہزار تین سو مربع کلو میٹر پر پھیلا کُرَم 620,000 کی آبادی پر مشتمل کوہاٹ ڈویژن کا ایک ضلع ہے جس کی تین تحصیلیں (لوئر کُرَم، سینٹرل کُرَم اور اپر کُرَم) ہیں۔ آبادی کے لحاظ سے اس قبائلی ضلع کی قومی اسمبلی میں دو نشستیں اور دو ہی صوبائی اسمبلی کی نشستیں ہیں۔

اس کی ایک وجہ شہرت اس کی زرخیز زمین اور پُر فضا مقامات بھی ہیں۔

ضلع کُرَم میں 98 فیصد لوگ پشتو بولتے ہیں۔ اس ضلع کی سرحدیں ہمسایہ ملک افغانستان کے تین صوبوں کے ساتھ ملتی ہیں جن میں میں خوست، پکتیا اور ننگرہار شامل ہیں۔ کُرَم میں دو بڑے مذہبی فرقے یعنی اہل تشیع اور اہلسنت والجماعت آباد ہیں۔ اس کے علاوہ ضلع کُرَم مختلف قبائل ہیں جن میں اہل تشیع میں طوری، بنگش، سیّد اور میاں مرید سمیت دیگر چھوٹی قومیں ہیں۔ اسی طرح اہلسنت والجماعت میں بھی مختلف قبائل ہیں جن میں بنگش، اور کزئی (اوتی زئی، خواداد خیل، داؤد زئی) پاڑا چمکنی، علی شیر زئی، مقبل، خاروٹے، منڈان، منتوال، مینگل، موسیٰ زئی وغیرہ شامل ہیں۔

دیگر قبائلی اضلاع کی طرح اس ضلع میں بھی بہت سے انتظامی مسائل ہیں۔ لوگوں میں ایک عام تاثر پایا جاتا ہے کہ خیبر پختونخوا میں انضمام کے بعد لوگوں کے مسائل کم ہونے کی بجائے مزید گھمبیر ہوگئے ہیں۔

صحت

اس ضلع میں عوام کی اکثریت صحت کی بنیادی سہولیات سے محروم ہے۔ کہنے کو یہاں پر 60 سے زیادہ سرکاری ہسپتال اور طبی مراکز ہیں لیکن یہ طبی مراکز بنیادی سہولیات سے محروم ہیں۔ ہسپتالوں میں ڈاکٹروں کا کمی ہے جبکہ طبی آلات کی کمی کا بھی سامنا ہے۔ صحت کے بیشتر مراکز میں پینے کے صاف پانی کا مسئلہ ہے۔ نیز ادویات کی بھی کمی ہے۔ حکومت نے صحت انصاف کارڈ متعارف کرایا ہے اور تقریباً ہر خاندان کے پاس یہ کارڈ موجود ہے لیکن پوری کرم یہ کارڈ کسی ہسپتال میں کارامد نہیں۔ ضلع بھر میں مزید میٹرنٹی سینٹر کا ضروری ہے اور موجود سنٹرز کو ڈاکٹر مہیا کیا جائے۔

تعلیم

ضلع کُرَم میں 660 سے زیادہ سرکاری تعلیمی ادارے ہیں۔ یہ تعلیمی ادارے بنیادی سہولیات جیسے ٹیچنگ اور معاون عملہ کی کمی کا شکار ہیں۔ اس کے علاوہ ان اداروں میں بھی بلڈنگ کی کمی اور لٹرین اور پینے کے صاف پانی کے مسائل ہیں۔ سنٹرل کُرَم میں بہت سارے

سکول غیر فعال ہیں اور وہ گھوسٹ سکول بن گئے ہیں۔ کرم بھر میں کوئی یونیورسٹی نہیں ہے۔ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کیلئے یونیورسٹی کا قیام ضروری ہے

مواصلاتی نظام

کُرم تاریخی ضلع ہونے کے ساتھ ساتھ ایک تفریحی ضلع بھی ہے جہاں پر ہر سال مختلف مواقع پر سیر و تفریح کیلئے سیّاح آتے ہیں۔ لیکن اس ضلع کی سڑکیں خستہ حالی کا شکار ہیں۔ اس کے علاوہ کاشتکاروں کیلئے کھیت سے منڈی تک رابطہ سڑکوں کی بھی کمی ہے۔

فرقہ واریت

فرقہ واریت ضلع کُرم کا سب سے بڑا مسئلہ ہے جس کی وجہ سے سینکڑوں قیمتی جانیں ضائع ہوئیں جبکہ کروڑوں روپے کا مالی نقصان اس کے علاوہ ہے۔ فرقہ واریت کی وجہ سے بہت سے لوگوں کا کاروبار بری طرح متاثر ہوا ہے۔ مزید بر آں فرقہ وارانہ فسادات کی وجہ سے سیکڑوں اہل تشیع خاندانوں کو سُنی اکثریتی علاقوں اور سُنی آبادی کو شیعہ اکثریتی علاقوں سے نقل مکانی پر مجبور ہونا پڑا۔ آج بھی پاڑاچنار -جو کہ شیعہ اکثریتی علاقہ ہے- میں سیکڑوں سُنیوں کے گھر ہیں جو کہ انہیں 2007 کے فسادات میں چھوڑنے پڑے اور انہیں ضلع کُرم کے سُنّی علاقوں میں سکونت اختیار کرنا پڑی۔ اسی طرح سُنّی اکثریتی علاقہ صدہ میں اہل تشیع کی بیش قیمت آبائی جائیدادیں ہیں جو کہ انہیں 1983 اور اس کے بعد ہونے والے فسادات کی وجہ چھوڑ کر پاڑاچنار منتقل ہونا پڑا۔ فرقہ واریت اور جنگ کی وجہ سے مقامی لوگوں میں نفرتیں بڑھ گئی ہیں۔

فسادات کی وجہ سے بے گھر لوگ

کُرم میں سال 2005 کے بعد کشیدہ صورتحال کے باعث اور سیکورٹی آپریشن کی وجہ سے کئی علاقوں سے لوگ نقل مکانی پر مجبور ہوئے جن میں بہت سے لوگ تاحال اپنے علاقوں میں واپس نہیں جاسکے۔ ان کے گھروں اور کاروبار بھی اس وجہ سے متاثر ہوئے ہیں۔

زمینوں کے تنازعات

قبائلی اضلاع کے صوبہ خیبر پختونخوا میں انضمام کے بعد زمینوں کے تنازعات نے ایک بار پھر سر اٹھانا شروع کر دیا ہے۔ دراصل لوگوں میں یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ انضمام کی وجہ سے ان زمینوں کی قیمتوں میں کئی گُنا اضافہ ممکن ہے جس کی وجہ سے یہ تنازعات شدت پکڑتے جارہے ہیں۔

اس کی تازہ مثال گزشتہ سال شیعہ طوری قبیلہ جسے سُنی غربینہ قبیلہ کی حمایت حاصل تھی اور پاڑاچمکنی قبیلہ کے درمیان چار ہزار ایکڑ شاملاتی زمین کی ملکیت کا تنازعہ ہے جس میں دوطرفہ فائرنگ سے پندرہ افراد ہلاک ہوئے۔ اس وقت اہل سنت اور اہل تشیع کے

درمیان چار شاملاتی رقبوں پر تنازع ہے جن کا فی الفور حل بہت ضروری ہے کیونکہ یہی تنازعات فرقہ وارانہ فسادات کی ایک بڑی وجہ ہیں۔

دریائے کُرَم پر حفاظتی بند

شدید بارشوں کے باعث دریائے کُرَم میں طغیانی کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو جانی اور مالی نقصان کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ سیلابی ریلوں کی وجہ سے کافی جگھوں پر زمین کا کٹاؤ ہوا ہے اور کئی ایک گھر بھی اس کی نذر ہوئے ہیں۔

پینے کے صاف پانی کے مسائل

اگرچہ کُرَم میں دریا بہتا ہے لیکن اس کے باوجود کُرَم میں بہت سے علاقوں میں لوگوں کے پینے کے صاف پانی کا مسئلہ ہے۔ لوگ اور خاص کر خواتین دور دور سے پینے کیلئے صاف پانی لاتے ہیں۔ کُرَم میں کنوئیں کھودنے کے گنجائش موجود ہے اور پانی بھی وافر مقدار میں ہے۔

موبائل انٹرنیٹ اور موبائل سروس

ضلع باجَوڑ کے علاوہ ضلع کُرَم سمیت پورے قبائلی علاقوں میں موبائل انٹرنیٹ مکمل طور پر بند ہے جبکہ سنٹرل کُرَم کے بہت سے علاقوں میں موبائل فون کی سروس تک نہیں ہے۔ کورونا کی وجہ سے تعلیمی اداروں کے بند ہونے اور آن لائن کلاسوں کے اجرا کی وجہ سے مقامی طالبعملوں کو کافی مشکلات کا سامنا ہے۔ انٹرنیٹ سہولت نہ ہونے کی وجہ سے وہ اپنے ضلع میں ہوتے ہوئے آن لائن کلاسیں لینے سے قاصر ہیں جس کی وجہ سے ان کا ناقابل بیان تعلیمی حرج ہو رہا ہے۔

خواتین کے حقوق کا تحفظ

ضلع کُرَم میں غیرت کے نام پر قتل ہو رہے ہیں جنہیں عام طور پر رپورٹ نہیں کیا جاتا۔ دوسری طرف اس ضلع کی قبائلی خواتین کیلئے اظہار رائے کا بھی فورم نہیں ہے۔

سیاحتی مقامات

ضلع کُرَم ایک زرخیز اور پُر فضا ضلع ہے۔ یہاں پر بہت سے تفریحی مقامات ہیں۔ دنیا بھر میں مشہور ڈیورنڈ لائن سمیت دیگر ایسے تفریحی مقامات یہاں موجود ہیں جس کیلئے ہر سال سینکڑوں لوگ تفریح کیلئے آتے ہیں۔

منشیات کی روک تھام اور بحالی سنٹر

کُرَم میں منشیات کا استعمال اور اس کا خرید و فروخت کافی حد تک بڑھ گئی ہے۔ جس کی وجہ سے طلبہ سمیت نوجوان اور عام لوگ اس کے عادی ہو گئے ہیں۔ جگہ جگہ منشیات فروخت ہو رہی ہے جس کی روک تھام کا کوئی مؤثر نظام نہیں ہے۔

ضلع کرم کے مسائل کا مجوزہ حل

1. ضلع کرم میں صحت کے مسائل کا حل یہ ہے کہ صحت کے مراکز میں طبی عملہ کی کمی کو ترجیحی بنیادوں پر پورا کیا جائے۔ طبی مراکز کو جدید آلات خصوصاً ایکسرے مشین، الٹرا ساؤنڈ، ای سی جی اور دیگر ٹسٹنگ مشینیں مہیا کی جائیں۔ تمام غیر فعال طبی مراکز کو سہولیات دے کر فعال بنایا جائے۔ نئی بلڈنگز اور بیڈز دیئے جائیں۔

2. ضلع کرم میں تعلیمی مسائل کے حل کے لیے غیر فعال سکولوں کو فوری طور پر فعال کیا جائے اور اسکولوں میں بنیادی سہولیات کی فراہمی ممکن بنائی جائے۔ تدریسی عملہ بھرتی کیا جائے۔

3. افغانستان کے تین شہروں کے ساتھ سرحد ملنے کی وجہ سے یہ ضلع خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔ اس تناظر میں افغانستان کے ساتھ دوطرفہ تجارت کے لئے اس ضلع میں بڑے بس ٹرمینل بنانے جائیں۔ افغان ٹرانزٹ ٹریڈ روٹ تعمیر کرنا چاہئے۔

4. رابطہ سڑکیں بنانی چاہئیں تاکہ کاشتکار آسانی سے اجناس کو منڈی تک پہنچا سکیں۔ سڑکوں کو کشادہ کر کے دورویہ کیا جائے۔

5. شیعہ سنی فرقوں کے مابین ہم آہنگی پیدا کرنے اور نفرتیں ختم کرنے کیلئے کوششیں شروع کی جائیں۔ سنہ 2008 میں مری میں ہونے والے معاہدہ کی پاسداری کرتے ہوئے شیعہ اور سنی اکثریتی علاقوں سے بے گھر ہونے والے افراد کو اپنے علاقوں میں دوبارہ آباد کیا جائے۔ مقامی علماء کرام سمیت دیگر سیاسی افراد مل کر امن کے قیام کے لئے اپنا کردار ادا کریں۔ کُنج علی زئی کے شاملات پر سُنّی مُقبل اور شیعہ غُنڈی خیل قبیلوں کا تنازع حل کیا جائے۔ بوشہرہ کے شاملات جس پر اہل تشیع کے حمزہ خیل اور مستو خیل اور سُنّی بنگش دست و گریباں ہیں اس کا پُرامن حل نکالنا چاہئے۔ شور کو کے شاملات پر اہل تشیع کے غُنڈی خیل، حمزہ خیل، مستو خیل اور عَلی خیل کا سُنّی بنگشوں کے ساتھ قضیہ ہے۔ اسے بھی ترجیحی بنیادوں پر حل کرنا چاہئے۔ بالشخیل کے شاملات پر اہل تشیع کے غُنڈی خیل اور اہل سنت کے غربینہ کا سُنّی العقیدہ پاڑاچمکنی کے ساتھ تنازع کو حل کرنا چاہئے۔

6. فرقہ وارانہ جنگوں اور آپریشنز کے دوران بے گھر ہونے والے لوگوں کو واپس ان کے گھروں میں آباد کیا جائے۔ جن کے گھر آپریشن یا دوطرفہ لڑائی میں تباہ ہوئے ہیں ان کی دوبارہ تعمیر کے لئے مالی مدد کی جائے۔ جن لوگوں کے کاروبار تباہ ہوئے، انہیں کاروبار کے لئے بلاسود قرضے دیئے جائیں تاکہ وہ دوبارہ اپنے کاروبار شروع کر سکیں۔

7. دریائے کُرَم کے دونوں کناروں حفاظتی پُشتے تعمیر کرنے چاہئیں۔ لینڈ ریکارڈ کے مطابق سیلاب میں بہہ جانے والی زمینوں کی دوبارہ آبادکاری کے لئے مقامی لوگوں کی مالی معاونت کرنی چاہئے۔

8. ہر ویلج اور نیبر ہوڈ کونسل کی سطح پر سولر سے چلنے والے ٹیوب ویل بنائیں اور جو ٹیوب ویلز پہلے سے موجود ہیں ان کو اپگریڈ کر دیا جائے تاکہ علاقے میں پینے کے صاف پانی کا مسئلے حل ہو سکے۔

9. لینڈ ریکارڈ کے لئے سروے تشکیل دیا جائے اور ضلع کی تمام زمینوں کا کمپیوٹرائزڈ ریکارڈ بنایا جائے۔

10. غیرت کے نام قتل کے روک تھام کیلئے سنجیدگی سے اقدامات اٹھائے۔ اس قسم کے واقعات رونما ہونے پر قانون فوری حرکت میں آئے اور ملوث ملزمان کے خلاف کارروائی عمل میں لائے۔ ضلع میں خواتین کیلئے مخصوص سنٹرز قائم کرے اور خواتین کو مختلف قسم کے ہنر سیکھنے کے مواقع فراہم کرے۔

11. منشیات فروشوں اور ان کے اڈوں پر چھاپے مار کر ملوث افراد کو گرفتار کرے۔ ضلع میں منشیات کی خرید و فروخت پر پابندی کا سختی سے نفاذ کرے اور منشیات کی عادی افراد کیلئے بحالی کے سنٹر بنائے جائیں۔

ضلع اورکزئی

خیال زمان اورکزئی، سید محمد فخر الاسلام کاکاخیل

قبائلی ضلع اورکزئی سابقہ فاٹا یعنی وفاق کے زیر انتظام قبائلی علاقہ جات کا حصہ تھا جو مئی 2018 میں صوبہ خیبر پختونخوا میں ضم ہوا۔ سطح سمندر سے چھ سے سات ہزار فٹ کی بلندی پر واقع اس خوبصورت وادی کا رقبہ 1,538 مربع کلومیٹر پر محیط ہے۔ صوبائی دارالحکومت پشاور سے تقریباً 140 کلومیٹر کی دوری پر واقع اس قبائلی ضلع کے مغرب میں ضلع کُرَم، شمال میں ضلع خیبر اور جنوب میں کوہاٹ اور ہنگو کے اضلاع ہیں۔ اورکزئی واحد قبائلی ضلع ہے جس کی سرحد افغانستان سے نہیں ملتی۔ قبائلی ضلع اورکزئی کو انتظامی طور پر چار تحصیلوں میں تقسیم کیا گیا ہے جن میں لوئر اورکزئی، اپر اورکزئی، سنٹرل اورکزئی اور تحصیل اسماعیل زئی شامل ہیں۔

مردم شماری

سنہ 2017 مردم شماری کے مطابق ضلع اورکزئی کی کل آبادی 254,356 ہے جس پر اورکزئی کے قبائلی عمائدین کو تحفظات ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ جس وقت مردم شماری ہو رہی تھی اس وقت ملٹری آپریشن کی وجہ سے بے گھر ہونے والے تمام لوگ واپس نہیں آئے تھے جس کی وجہ سے وہ مردم شماری میں شامل نہیں ہوئے۔ انہوں نے اس سلسلہ میں مختلف اوقات میں مختلف مقامات پر احتجاجی مظاہرے بھی کئے اور گرینڈ جرگوں کا انعقاد بھی کیا لیکن تاحال ان کی کوئی شنوائی نہیں ہوئی۔

سنہ 2017 کی مردم شماری کے مطابق 254,356 نفوس پر مشتمل اس ضلع میں اورکزئی قبیلہ کی 18 ذیلی شاخیں صدیوں سے آباد ہیں جن میں علی خیل، ملاخیل، مشتی، ماموزئی، دڑادڑ مامازئی، شیخان، سپائے، عیسٰی خیل نمایاں ہیں۔ ضلع اورکزئی سنہ 1973 سے پہلے فرنٹیئر ریجن یعنی ایف آر کوہاٹ کا حصہ تھا۔ بعد ازاں 30 نومبر 1973 کو اسے ایجنسی کا درجہ دیا گیا اور یہ سب سے آخر میں وجود میں آنے والی ایجنسی تھی۔ ضلع اورکزئی میں 60 فیصد سُنی حنفی، 40 فیصد اہل تشیع جبکہ کچھ دیگر مذہبی اقلیتیں بھی آباد ہیں۔

یہاں سے قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلی کے لئے ایک ایک نشست ہے۔

تعلیم

ضلع اورکزئی میں مجموعی طور پر تعلیمی اداروں کی تعداد 579 ہے جن میں لڑکوں کے 267 پرائمری سکول اور لڑکیوں کے 179 پرائمری سکول ہیں۔ اسی طرح لڑکوں کے 34 مڈل سکول ہیں اور لڑکیوں کے 48 مڈل سکول ہیں۔ ہائی سکولوں پر نظر دوڑائی جائے تو لڑکوں کے 28 ہائی سکول جبکہ لڑکیوں کے 9 ہائی سکول ہیں جبکہ لڑکوں کے تین ہائیر سیکنڈری سکول اور لڑکیوں کے 2 ہائیر سیکنڈری سکول ہیں۔ اس کے علاوہ مجموعی طور پر 38 تعلیمی ادارے تعمیراتی کام کی وجہ سے غیر فعال ہیں۔ ضلع اورکزئی لڑکوں کے تین ڈگری کالج ہیں جن میں سے ایک کالج تعمیراتی کام کی وجہ سے غیر فعال ہے جبکہ لڑکیوں کا ایک ہی ڈگری کالج ہے۔ ضلع اورکزئی میں مردانہ تعلیمی شرح 48.4 فیصد جبکہ زنانہ تعلیمی شرح 17.3 فیصد ہے۔

یاد رہے کہ ضلع اورکزئی میں سال 2009-2010 کے دوران دہشت گردی کے خلاف ملٹری آپریشن میں بھی درجنوں تعلیمی ادارے یا تو مکمل تباہ حالی کا شکار ہوئے یا ان کو جزوی نقصان کا سامنا کرنا پڑا۔ تقریباً پانچ سال تک جاری رہنے والی دہشت گردی کی لہر کے دوران ضلع اورکزئی کی 80 فیصد آبادی آبائی علاقوں سے نقل مکانی کرکے ملک کے دیگر علاقوں میں عارضی سکونت اختیار کرنے پر مجبور ہوئی تو ان علاقوں میں تعلیمی ادارے بھی بند ہوگئے جس کی وجہ سے کئی سال تک ہزاروں بچوں کے تعلیمی حرج ہوا۔

اورکزئی کے تعلیمی اداروں میں بنیادی سہولیات پر نظر دوڑائی جائے تو ان میں بنیادی سہولیات کا فقدان ہے۔ اکثر سکولوں کی عمارتیں خستہ حال ہیں جبکہ اپر اورکزئی میں ایسے سکول بھی موجود ہیں جہاں پر درختوں کے نیچے بچوں کو پڑھایا جاتا ہے۔ باتھ رومز کا نظام ٹھیک نہیں۔ یہاں کے تعلیمی اداروں میں سپورٹس گراونڈز اور لائبریریاں نہیں جبکہ اکثر سکول ایسے مقامات پر تعمیر کئے گئے ہیں جو آبادی والے علاقوں سے کافی دور ہیں۔

ایجوکیشن آفس ضلع ہنگو میں ہونے کے باعث ضلع اورکزئی کے تعلیمی اداروں کے اساتذہ کی کارگردگی پر مؤثر انداز میں نظر نہیں رکھی جاسکتی جس کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے یہاں کے اساتذہ نہ تو باقاعدگی سے سکولوں میں آتے ہیں اور اگر آتے بھی ہیں تو بچوں کو سنجیدگی سے پڑھانے میں دلچسپی نہیں رکھتے۔

صحت

ضلع اورکزئی میں مجموعی طور پر صحت کے 72 مراکز ہیں۔ اورکزئی کے علاقہ جات کلایہ، ڈبوری، غلجو میں ٹائپ ڈی اور مشتی میلہ کے مقام پر ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹرز (ڈی ایچ کیو) ہسپتال قائم ہے۔ علاقہ سمانہ اور کزئی میں کمیونٹی ہیلتھ سنٹر، لوئر اورکزئی میں کریز کے مقام پر ریجنل ہیلتھ سنٹر، جبکہ اتمان خیل، کاڈا، پلوسی میں کمیونٹی ہیلتھ سنٹرز اور دیگر علاقہ جات میں بنیادی صحت کے مراکز قائم ہیں۔ ضلع اورکزئی کے ہسپتالوں اور بنیادی صحت کے مراکز میں ڈاکٹروں اور پیرامیڈیکس سٹاف کی کمی اور طبی سہولیات کے فقدان کے باعث یہاں کے عوام بسا اوقات مریضوں کو کوہاٹ، پشاور یا دیگر بڑے شہروں میں لے جانے پر مجبور ہوتے ہیں۔ معیاری لیبارٹریاں، الٹرا ساونڈ، سی ٹی سکین، ایم آر آئی، ڈائلیسز، لیتھوٹرپسی وغیرہ کی سہولیات بھی تا حال ان طبی مراکز میں میسر نہیں ہیں۔

انتظامی اور عدالتی امور

ضلع اورکزئی کے صوبہ خیبر پختونخوا میں انضمام کے بعد امن وامان کی صورتحال کی بہتری، انتظامی معاملات کو احسن طریقہ سے چلانے اور انصاف کی جلد فراہمی کے لئے ضلعی انتظامیہ، پولیس اور عدلیہ کے نظام کو یہاں متعارف کرنے اور مضبوط کرنے کو خصوصی اہمیت دی گئی ہے۔ ضلع اورکزئی میں تحصیل کی سطح پر پولیس چیکنگ پوائنٹس، پولیس سٹیشنز کے قیام، سابقہ نظام کے خاصہ داروں کو پولیس کی باقاعدہ تربیت یافتہ فورس میں تبدیل کرکے فرائض انجام دینے کے ساتھ ساتھ عوامی تنازعات کے حل اور انصاف کی فراہمی کے لئے جوڈیشل نظام کو موثر انداز میں چلانے کے لئے عملی اقدامات اٹھائے گئے ہیں۔ ماضی میں یہاں کی قبائلی روایات کے

مطابق جرگہ سسٹم کے ذریعہ سارے فیصلے کئے جاتے رہے مگر اب عدالتی نظام کے بعد اکثر قبائلی عوام قانون اور عدالتی اصولوں کے بارے میں معلومات نہ ہونے کے باعث مشکلات کا شکار ہیں۔

خواتین کے مسائل

اورکزئی میں تقریباً20ہزار ایسی خواتین ہیں جن کے قومی شناختی کارڈ تک نہیں اور وہ آج تک اپنے حق رائے دہی کا استعمال نہیں کر سکیں۔ ضلع اورکزئی کی ہزاروں خواتین قومی شناختی کارڈ بنوانا چاہتی ہیں لیکن نادرا آفس میں زنانہ عملہ نہ ہونے کی وجہ سے وہ شناختی کارڈ نہیں بنوا پا رہیں۔ خواتین کے لئے سرکاری سطح پر کوئی دستکاری سنٹر موجود نہیں۔ خواتین کو صحت کے لحاظ سے سب سے زیادہ مشکلات درپیش ہیں خاص کر زچگی کے دوران قریبی بنیادی صحت کے مراکز میں طبی سہولیات نہ ہونے کی وجہ سے اکثر حاملہ خواتین موت کے منہ میں چلی جاتی ہیں۔

انفراسٹرکچر/بنیادی ڈھانچہ

ضلع اورکزئی 2007 کے بعد دہشت گردی کے زد میں رہا جس سے اس کا انفراسٹرکچر تباہ ہو گیا۔ رابطہ سڑکوں کی حالت انتہائی مخدوش ہے۔ لوئر اورکزئی کے علاقے میں 18 سے 20 گھنٹے تک کی لوڈ شیڈنگ ہو رہی ہے۔ جبکہ اپر اورکزئی اور آپریشن سے متاثرہ اکثر یتی علاقوں میں تاحال بجلی کا نظام ہی موجود نہیں۔ اسی طرح اورکزئی کے تمام انتظامی دفاتر مقامی لوگوں سے گھنٹوں فاصلے کی دوری پر ہنگو شہر میں قائم ہیں۔ اورکزئی کی ترقی کے لئے مواصلاتی نظام کی بحالی، صاف پانی کی فراہمی، بجلی کی ترسیل، نکاسی آب، زراعت، جنگلات، لائیو سٹاک، تعلیم اور صحت کے شعبوں کے لئے خاطر خواہ فنڈز مختص کئے گئے ہیں لیکن تاحال ان پر کوئی کام شروع نہیں ہوا۔

معاشی صورتحال

ضلع اورکزئی کی مقامی آبادی کے افراد کا ذریعہ معاش محنت مزدوری ہے۔ اورکزئی میں سمال انڈسٹری نہیں ہے۔ یہاں پر سب سے بڑا کاروبار کوئلے کا ہے۔ کاروباری لحاظ سے یہ علاقہ باقی ضم شدہ اضلاع کی نسبت زیادہ پسماندہ ہے۔ یہاں پر دیگر قبائلی اضلاع کی طرح ماربل، صابن یا ماچس کی کوئی فیکٹری نہیں ہے۔ البتہ لکڑی کا کاروبار یہاں پر بہت زیادہ ہے لیکن اس سے بھی اورکزئی کے لوگ کماحقہ فائدہ نہیں اٹھا رہے بلکہ یہاں سے تمام لکڑی دوسرے اضلاع میں فروخت کر دی جاتی ہے جس سے فرنیچر وغیرہ بنایا جاتا ہے۔ اورکزئی میں فرنیچر بنانے والے ہنرمند نہ ہونے کے برابر ہیں۔ عام طور پر یہاں کی آبادی کا بڑا حصہ کھیتی باڑی اور زمینداری پر انحصار کرتا ہے۔ اورکزئی کے عوام کی اچھی خاصی تعداد خلیجی ممالک میں محنت مزدوری کر کے روزی روٹی کماتی ہے۔

سیاحت

قدرتی مناظر سے مالا مال قبائلی ضلع اورکزئی سرسبز و شاداب پہاڑوں اور دلکش جنگلات سے گھرا ہوا ہے۔ خوبصورتی کے لحاظ سے یہ شمالی علاقہ جات سے کسی طور کم نہیں۔ یہاں پر اورکزئی سمانہ، سپوگ، کلایہ، ڈبوری، سیکرم کو ٹورسٹ سپاٹس میں تبدیل کر کے ملکی اور بین الاقوامی سیّاحوں کے لئے کھولا جاسکتا ہے۔ یہاں پر ہوٹلز، ریسٹ ہاوسز، ریسٹورنٹس کا کوئی نظام نہیں جس کے باعث زیادہ تر سیّاح اس طرف آنے سے ہچکچاتے ہیں۔ ان پُر فضا مقامات تک پہنچنے کے لئے سڑکیں بھی خستہ حالی کا شکار ہیں۔ جبکہ امن و امان کی غیر یقینی صورتحال بھی سیّاحوں کے اس جانب آنے میں ایک اہم رکاوٹ ہے۔

کوئلے کی کانیں

یہاں پر اکثر اوقات کوئلے کی کانوں میں حادثات رونما ہوتے ہیں جس میں مختلف اضلاع سے تعلق رکھنے والے مزدوروں کی قیمتی جانوں کا ضیاع ہو جاتا ہے۔ یہاں پر اکثر مقامی ٹھیکیداروں نے اپنی زمینوں اور پہاڑوں میں کوئلے کے ذخائر کے کھدائی شروع کر رکھی ہے جبکہ ان میں سے اکثریت غیر رجسٹرڈ ٹھیکیداروں کی ہے۔ حکومت کی طرف سے ان پر کوئی خاص مانیٹرنگ نہیں ہے۔ یہاں پر کان کنوں کے لئے آکسیجن اور حادثے کے بعد ٹریٹمنٹ کا مؤثر نظام موجود نہیں۔ حکومتی سطح پر مزدوروں کو کوئلے کی کان میں کام کرنے سے متعلق تربیت نہیں دی جاتی۔ حادثات کی صورت میں مقامی لوگ اپنی مدد آپ کے تحت کھدائی کرتے ہیں۔ ریسکیو آپریشن اور زخمیوں کو فوری طور پر ہسپتال لے جانے کے لئے بھی کوئی سہولت موجود نہیں۔

عسکریت پسندی

سنہ 2007 کے آخر میں یہاں طالبان آئے اور 2008 میں میں کالعدم تحریک طالبان پاکستان (ٹی ٹی پی) نے اورکزئی میں شریعت کے نفاذ کا اعلان کیا۔ طالبان سابقہ اورکزئی ایجنسی کو اپنا دوسرا گھر سمجھتے تھے۔ اس وقت اورکزئی میں طالبان کے کمانڈر مولوی نبی حنفی تھے جو اورکزئی ایجنسی میں طالبان کے امیر حافظ سعید خان کے ساتھ سرگرم عمل تھے۔ طالبان کی کاروائیوں سے پریشان اورکزئی قبیلہ کے عمائدین نے سنہ 2008 میں قومی سطح پر ایک جرگہ بلایا تا کہ طالبان کے خلاف مؤثر حکمتِ عملی بنائی جاسکے۔ بدقسمتی سے اس جرگہ میں خودکُش دھماکہ کیا گیا جس میں 80 سے زائد عمائدین جاں بحق ہوگئے۔ مولوی نبی حنفی بعد میں طالبان کے ساتھ اختلافات کی وجہ سے اورکزئی سے ہنگو کے علاقے ٹل میں منتقل ہوگئے جہاں انہوں نے ایک الگ تنظیم کی بنیاد رکھی۔

مسائل کے حل کے لئے تجاویز

1. ضلع اورکزئی کے تمام انتظامی دفاتر ہنگو شہر میں قائم ہیں جس کی وجہ سے لوگوں کو دور افتادہ علاقوں سے ہنگو آنا پڑتا ہے۔ انتظامی دفاتر کو اورکزئی منتقل کرنے سے مسائل کو مقامی سطح پر حل کرنے میں مدد ملے گی۔
2. تعلیم، صحت سمیت دیگر شعبوں میں سٹاف کی کمی پوری کی جائے۔

3. ماحولیاتی بہتری کے لئے جنگلات کا تحفظ ضروری ہے۔ مقامی سطح پر حکومت کی جانب سے جنگلات کے تحفظ کے لئے قبائلی عمائدین پر مشتمل معاون کمیٹیاں تشکیل دی جائیں تو ماحولیاتی تبدیلی میں بہتری آسکتی ہے۔

4. ضلع اورکزئی میں دور افتادہ علاقوں میں مواصلاتی نظام کے لئے مناسب لائحہ عمل مرتب کر کے سڑکوں کی بحالی پر کام کیا جائے تاکہ مقامی لوگوں خصوصاً تاجروں کو آمدورفت میں سہولت میسر آئے جس سے یہ ضلع معاشی ترقی کی راہ پر گامزن ہو گا۔

5. لائیو سٹاک کے تحفظ اور مال مویشیوں کو مہلک امراض سے بچانے کے لئے خصوصی آگاہی مہم چلائی جائے تاکہ مقامی آبادی میں اس حوالے سے شعور پیدا ہو۔

6. ضلع اورکزئی میں قدرتی طور پر خوبصورتی کے حامل علاقہ جات میں سیاحتی پوائنٹس قائم کر کے ان کی مؤثر تشہیر کی جائے تاکہ مقامی سطح پر لوگوں کو روزگار کے مواقع فراہم ہوں۔ موجود پکنک سپاٹس پر سیاحوں کے لئے بنیادی سہولیات فراہم کی جائیں۔

7. ضلع اورکزئی میں نادرا آفس میں خواتین عملہ کی تعیناتی یقینی بنائی جائے نیز قومی شناختی کارڈ کے حصول کے لئے نادرا کی موبائل ٹیمیں تشکیل دی جائیں تاکہ شناختی کارڈ بنانے کے متمنی لوگوں کو ان کے گھروں کے قریب یہ سہولت میسر آسکے۔

8. آپریشن زدہ علاقہ جات میں حکومت کی طرف سے مارکیٹوں اور سمال انڈسٹریز کا قیام اور معدنیات کی دریافت کے لئے جامع منصوبہ بندی کی جائے۔

9. پینے کے صاف پانی کی فراہمی کے لئے ترجیحی بنیادوں پر سپلائی لائن فراہم کی جانی چاہیئے۔

10. تعلیمی اداروں میں بنیادی سہولیات کی فراہمی، سٹاف کی کمی کو پورا کرنے، آبادی کے نزدیک سکولوں کا قیام، ایجوکیشن دفاتر ہنگو سے اورکزئی منتقل کرنے اور خواتین کے تعلیمی شرح بڑھانے کے لئے آگاہی مہم جیسے ضروری اقدامات اٹھائے جائیں۔

11. ہسپتالوں میں بنیادی سہولیات کی فراہمی، ڈاکٹروں اور پیرامیڈیکس سٹاف کمی کو پورا کرنے، ایمبولنس کی سہولت اور مفت ادویات کی فراہمی یقینی بنائی جائے۔

12. متنازعہ مردم شماری سے متعلق قبائلی عمائدین کے تحفظات دور کئے جائیں اور آپریشن زدہ علاقوں میں دوبارہ مردم شماری کی جائے۔

13. خواتین کے لئے حکومت کی طرف سے تحصیل سطح پر دستکاری سنٹرز قائم کئے جائیں۔

14. رابطہ سڑکوں کا جال بچھایا جائے۔

15. آئے روز ٹارگٹ کلنگ کے واقعات کی روک تھام کے لئے جامعہ لائحہ عمل ترتیب دیا جائے۔

16. فرقہ وارانہ فسادات کی روک تھام کے لئے مذہبی ہم آہنگی کو فروغ دیا جائے۔

اشاعت:

کاپی رائٹ 2021، فریڈرک ایبرٹ اسٹفٹنگ پاکستان آفس

فرسٹ فلور، W-66، جنید پلازہ، جناح ایونیو، بلیو ایریا، پی او بکس

1289، اسلام آباد، پاکستان

ذمہ داران:

ڈاکٹر یوخن ہیپلر | کنٹری ڈائریکٹر

عبداللہ دایو | پروگرام کوآرڈینیٹر

تصویر:

کاپی رائٹ: یوخن ہیپلر

فون: 4 – 3391 280 51 92+

فیکس: 2803395 51 92+

ویب سائٹ: http://www.pakistan.fes.de

فیس بک: Friedrich-Ebert-Stiftung, Pakistan

ٹویٹر: @FES_ PAK

ایف ای ایس کے زیر اہتمام شائع کردہ تمام مواد کا کمرشل بنیادوں پر استعمال ایف ای ایس کی تحریری رضامندی کے بغیر ممنوع ہے۔

فریڈرک ایبرٹ اسٹفٹنگ (ایف ای ایس) جرمنی کی سب سے پرانی سیاسی فاؤنڈیشن ہے۔ اس کا نام جرمنی کے سب سے پہلے جمہوری منتخب صدر فریڈرک ایبرٹ کے نام پر رکھا گیا ہے۔ فریڈرک ایبرٹ اسٹفٹنگ نے پاکستان میں اپنا نمائندہ آفس 1990 میں قائم کیا۔ ایف ای ایس ایک دوسرے کو سمجھنے کے لیے مکالمے کو آگے بڑھانے اور اپنے بین الاقوامی کاموں میں پر امن پیش رفت پر توجہ دیتی ہے۔ دنیا بھر میں سیاست، معیشت اور معاشرے میں سماجی انصاف ہمارے معروف اصولوں میں سے ایک ہے۔ پاکستان میں ایف ای ایس غور و فکر کے عمل اور عوام کو آگاہی کے ذریعے جمہوری کلچر کے فروغ کے لیے مختلف سرگرمیوں میں مصروفِ عمل ہے، معاشی اصلاحات اور محنت کشوں کے موثر ہونے اور امن و ترقی کے لیے حالیہ برسوں میں علاقائی تعاون کو مستحکم کرنے کے لیے سماجی انصاف کی وکالت کر رہی ہے اور اسے فروغ دے رہی ہے۔

ایف ای ایس کے زیر اہتمام شائع کردہ تمام مواد کا کمرشل بنیادوں پر استعمال ایف ای ایس کی تحریری رضامندی کے بغیر ممنوع ہے۔

ISBN: 978-969-9675-41-6